

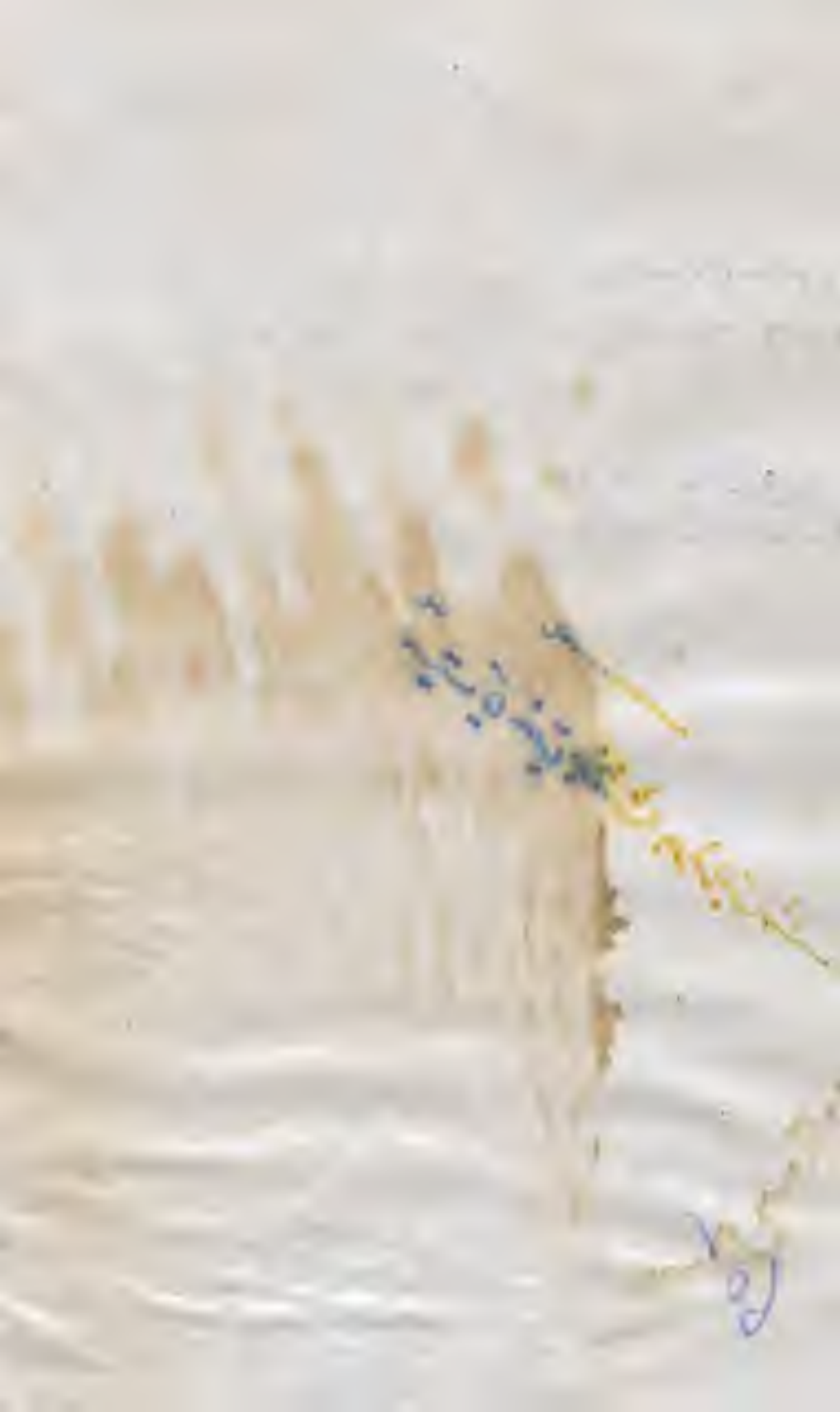
امير ابدولرحمن الرحيم

تحت ابيتر كتي وئي - مهاضراده حضرت
آغا عبدالوحيد خان سرهري بخردني جي موت
لقرب دستار فضيلت ٿي.

پير سليم احمد خان ولد ظهير سلطان
احمد خان سرهري - توار ٿام داد

۱۱ - ۱۹۸۶

پيشه نيزي
جو بيقوم ۹۱



صُحُفٌ مُّظْهِرَةٌ فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
آخِرُ آدَمِ دُنْيَا پُرِشادِ قَلَمِ دُرِّ پَرِ پَرِ پَرِ

یعنی

اردو ترجمہ

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

دفتر دوم ————— حصہ دوم

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب امام مسجد حضرت آغا گل بخش رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مدینہ پیشنگ کمپنی - بندر روڈ کراچی

(جملہ حقوق ترجمہ و تکرار محفوظ ہیں)

طبع اول ————— آفٹ ایڈیشن ————— ۱۹۶۲ء

طابع و ناشر: ————— مدینہ پبلیک کمپنی بندر روڈ کراچی

مطبع: ————— مشہور آفٹ پریس کراچی

تعداد: ————— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت: ————— ۸۵ ————— حصہ ہفتم، ششم، پنجم، چہارم، تیسرا، دوسرا، پہلا، شلک کور

ملنے کا پتہ

مدینہ پبلیک کمپنی - بندر روڈ کراچی (پاکستان)

فہرست مضامین حصہ ہفتم از مکتوبات مجدد الف ثانی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹	۱۔ ہے اور علامتہ سابقین کی علامت اور سنت کا متاثر نہ ہونا اور احکام اللہ بدلتے سے پرہیز جو بدلتے ہی ہو۔ اور یہ معنی آج کل مشکل ہے اور علامتہ وقت کی خدمت اور ان کی تفرید گمراہی میں۔	۲۰	۲۔ مکتوب نمبر ۵۲: اس طائفہ علیہ کی محبت کی ترغیب میں۔
۲۵	۳۔ مکتوبات کا پانچواں درجہ آخرت کے کمالات کا اتباع کر اس کے حصول میں علم اور عمل کو دخل نہیں ہے۔	۲۱	۳۔ مکتوب نمبر ۵۳: اس سوال کے جواب میں کہ اگر میں عبادت کرتا ہوں تو غور پیدا ہوتا ہے اور اگر خلاف شرع واقع ہو تو اپنے آپ کو مشاق اور عاجز خیال کرتا ہوں۔
۲۶	۴۔ مکتوبات کا چھٹا درجہ ان کمالات کی اتباع کا ہے جو مقام جمیعت سے مخصوص ہیں۔	۲۲	۴۔ مکتوب نمبر ۵۴: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے ساتھ ساتھ اور مرتبہ اور پہلا درجہ عام مسلمانوں کا ہے۔ اور علماء ظاہر اور عابد و زاہد لوگ اسی درجہ میں شریک ہیں۔
۲۷	۵۔ ساتھ ساتھ درجہ جو کہ تمام درجات کا جامع ہے۔ وہ نزول اور بواسطہ سے تعلق رکھتا ہے اور کامل متابع کا بیانا علامہ ظاہر پیچھے درجہ پر خوش ہیں۔ کاش وہ اسی درجہ کو سر انجام دیتے	۲۳	۵۔ متابعت کا دوسرا درجہ ان حضرات کے اقوال و اعمال کی اتباع ہے۔ اور یہ بالکل سے تعلق رکھتا ہے۔
۲۸	۶۔ مکتوب نمبر ۱۵۵: اس بیان میں کہ قرآن مجید تمام احکام شریعہ کا جامع ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے مناقب	۲۴	۶۔ متابعت کا تیسرا درجہ آخرت کے صواب و اذوائی و احوال کی اتباع ہے۔
۲۹	۷۔ قرآن مجید کے احکام صرف تین قسم ہیں اور سنت اور قیاس دونوں احکام کے مظہر ہیں۔ نہ کہ ثبوت اختلاف احکام میں غیور نہیں جو غیر کے ساتھ اختلاف رائے کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں اجتہاد کے شرائط	۲۵	۷۔ نماز روزہ اور دیگر اعمال کی حقیقت کے متعلق سوال و جواب۔
۳۰	۸۔ ہے اور علامتہ سابقین کی علامت اور سنت کا متاثر نہ ہونا اور احکام اللہ بدلتے سے پرہیز جو بدلتے ہی ہو۔ اور یہ معنی آج کل مشکل ہے اور علامتہ وقت کی خدمت اور ان کی تفرید گمراہی میں۔	۳۱	۸۔ متابعت کا چوتھا درجہ جو علمائے راہبیں سے مخصوص

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰	موجودہ ہو۔	۳۰	اس جگہ ایک باریک نگاہ ہے۔ وہ پیغمبر و اولوالعزم
۳۵	ہیں۔ ہاں ان بزرگواروں کی فضیلت دوسرے امور میں ہے۔	۳۱	پیغمبروں کے متعلق ہیں۔
۳۶	خواجہ محمد پارسا نے لکھا ہے کہ لدی علوم کے آثار میں حضرت خضر کی روحانیت متوسط ہے۔	۳۲	اس کے متعلق سوال و جواب۔
۳۷	حضرت شیخ عبد القادر سیستانی نے صغیر و عظیم کہتے ہوئے حضرت خضر کو مخاطب کر کے کہا۔ اسے اسلامی احکام	۳۳	اس کے متعلق اور سوال و جواب۔
۳۸	محمّدی سن۔	۳۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اس شریعت کی اقتداء کریں گے۔
۳۹	علوم و معارف احکام شریعت کے سوا اور چیزیں کہ اہل ایمان سے مخصوص ہیں۔ اگر یہ وہ معارف احکام شریعتی کے نتائج ہیں۔ شریعت کی پابندی کرنے والے اور شریعت میں سستی کرنے والے میں فرق اور احکام شریعتی احکام الہامیہ میں فرق کا بیان۔ علامہ غلام	۳۵	عیسیٰ علیہ السلام کی مثل امام ابو حنیفہ جیسی ہے جو کہ پرہیزگاری اور تقویٰ کی برکت سے اجتہاد کے بلند مقام پر پہنچے ہیں۔
۴۰	غلامی اخبار کو پیغمبروں سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس میں شریک نہیں سمجھتے۔ اور یہ معنی وراثت کے منافی ہے۔	۳۶	خواجہ محمد پارسا کا قول کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول امام ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔
۴۱	دینی امور احکام شریعت کے علاوہ الہی بہت ہیں اور اس میں پانچواں اصل الہام ہے۔ بلکہ تیسرا اصل ہے اور یہ اصل قیامت تک قائم رہے گا۔	۳۷	امام ابو حنیفہ سنت کی تقلید میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چند ایک ناقص لوگوں نے کچھ احادیث یاد کر لی ہیں۔ اور احکام شریعت انہی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔
۴۲	اس کے متعلق سوال و جواب	۳۸	حق کے باقی امام ابو حنیفہ ہیں۔ اور حق کے میں سے صرف انہی کے لئے مسلم ہیں۔ اور جو حق حصہ میں دوسرے ان سے شرکت رکھتے ہیں۔
۴۳	مکتوب نمبر ۵۵۔ اس بیان میں کہ عزت کا معاملہ اس حد تک بچاؤ چاہتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکی کا حکم دیکھ لیتی ہیں۔	۳۹	الہام محال حرام کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اہل باطن کا کثرت فرض و سنت کا اثبات کرتا ہے۔
۴۴		۴۰	فوائد اور اسطعمی اور جنید اور شبلی زید وغیرہ کے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵	یروز کون اور تسامخ میں فرق کا بیان۔ عالم صغیر میں عالم مثال خیال کا نمونہ ہے۔ اور خیال کی دوڑ ظلال کے مراتب تک ہے۔ اس کا بیان کہ حقائق کو پہچان لے۔ اس کی زبان گفت ہو جاتی ہے۔ اور خود اللہ کو پہچان لے۔ اس کی زبان ملی ہو جاتی ہے۔	۴۵	مکتوب نمبر ۵۵۔ اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ کا ذکر اسقدرت پر درود بھیجنے سے بہتر ہے۔ لیکن وہ ذکر جو قبولیت کے لائق ہو۔ یا جو شیخ مقتدا نے بتایا ہو۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے دو وجوہات کا بیان۔ امت کا کوئی آدمی بھی خواہ وہ کتنے ہی بلند مقام پر ہو۔ اپنے غیر کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی دوسرے کے حق کے درجہ ہی کو پہنچ سکتا ہے۔ اگرچہ اس جی کی کسی نے پیروی نہ کی ہو۔ اس امت کے مبلغین اور داعی لوگوں کی بزرگی اور لنگے و درجات میں فرق۔ اور اس جماعت کا نہ جو امت کے محدثین کو افضل جانتے ہیں
۴۷	سوال ۱۔ کچھ لوگ کشف اور غائب میں عالم مثال میں دیکھتے ہیں کہ ہم بادشاہ بن گئے ہیں۔ یا قلعہ ہو گئے ہیں۔ اور عالم شہادت میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس نسبت میں کچھ صداقت ہوتی ہے۔ یا نہیں؟	۴۷	مکتوب نمبر ۵۶۔ عالم مثال اور روشناس اور نقل روح اور اس کے بعد و معلول کا بیان۔ اور اس حدیث کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے۔ اور اس کے متعلق ابن عربی کا مشاہدہ۔ اور مجدد الف ثانی کی تحقیق۔
۴۸	جواب ۱۔ اس میں بھی کچھ صداقت ہوتی ہے یہ تفسیر تفسیری۔ اکابر و افاضات کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور ماسوی کا انبیاء ان کے حق میں دائمی ہو چکا ہے۔ ان کے دل میں یہ کالبد ہیشہ کے لئے متعلق ہو چکا ہے۔	۴۸	مکتوب نمبر ۵۷۔ اس بیان میں کہ معقول امور ہوتے اور کشف اور مشاہدہ سب ماسوی میں داخل ہیں۔
۴۹	مکتوب نمبر ۱۶۔ اس بیان میں کہ فضیلت کو چھوڑ کر ضروریات دین کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور امامت کی بحث اصول دین سے نہیں ہے۔	۴۹	مکتوب نمبر ۱۷۔ اس بیان میں کہ امتیاز اور عقائد کا ملین کے اوراق کا جسم اختیار کر لینا اور عقائد میں جنوں کی طرح تبدیل ہونا۔ اور بعض اویا کا ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر حاضر ہونا اور اسے مختلف افعال کا صادر ہونا اور ان کے فروعات کا بیان۔
۵۰	مکتوب نمبر ۱۸۔ دو مسنون کو نصیحت اور مولانا حسن کو اس علاقہ کا سردار مقرر کرنے کے بیان میں مولانا احمد کی تعریف	۵۰	مکتوب نمبر ۱۹۔ اس بیان میں کہ فضیلت کو چھوڑ کر ضروریات دین کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور امامت کی بحث اصول دین سے نہیں ہے۔
۵۱	مکتوب نمبر ۱۹۔ اس بیان میں کہ فضیلت کو چھوڑ کر ضروریات دین کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور امامت کی بحث اصول دین سے نہیں ہے۔	۵۱	مکتوب نمبر ۲۰۔ اس بیان میں کہ فضیلت کو چھوڑ کر ضروریات دین کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور امامت کی بحث اصول دین سے نہیں ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۲	پہلا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ بذات قدیم خود وجود ہیں۔	۵۲	مکتوب نمبر ۱۶۲ :- اس بیان میں کہ انسان مدنی پیدا ہوا ہے۔ اور وہ بنی نوع کے ساتھ زندگی گذرے کا محتاج ہے۔ اور اس کی خوبی اسی محتاجی میں ہے۔
۶	دوسرا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ اکیلے ہیں۔ ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ذات میں ماضی میں موجود ہے وجود میں اور نہ استحقاق عبادت میں۔	۵۴	مکتوب نمبر ۱۶۳ :- اس بیان میں کہ پر ازل کی میں بھی اگر مریاس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے پر کے پاس طلب حق کے لئے جاتے تو یہ جائز ہے لیکن پہلے پر سے انکار نہ کرے۔
۶	تیسرا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں۔ ان میں سے علم۔ حیوۃ۔ قدرت۔	۵۴	اس وقت کے اکثر پیرایہ غیر بھی نہیں سمجھتے۔ اور نہ کفر و ایمان میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ یہ خدا کی خبر کیا رکھیں گے۔
۶۲	چوتھا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ ہمارے ہر اجسام و احوال کی صفات و لوازمات سے پاک ہیں۔ اور نہ ان اور جہت کی اس بارگاہ میں کوئی نگہداشت نہیں ہے جو کہ فی اللہ تعالیٰ کو عرش کے اوپر جاتا ہے۔	۵۴	مکتوب نمبر ۱۶۴ :- اس بیان میں کہ احوال کی تبدیلی اور کمی و بیشی کی امیدوں کے پورا نہ ہونے سے دل شکستہ نہ ہونا چاہیے
۶۲	اور اس کے لیے فوق کی جہت تجویز کرتا ہے۔ وہ بے شجر ہے۔	۵۴	مکتوب نمبر ۱۶۵ :- بے فائدہ کاموں سے پرہیز کرنے کے بیان میں
۶	پانچواں عقیدہ :- اللہ تعالیٰ جسم اور جمالی نہیں ہیں۔ ہر اجسام اور عرض نہیں ہیں	۵۴	مکتوب نمبر ۱۶۶ :- قرب و زابت اور پرہیزگاری و تقویٰ کے بیان میں اور توبہ و گناہوں کی تفصیل۔
۶	چھٹا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے متحد ہوئی ہے۔ اسمائے الہی کو کثرتی ہیں۔ صاحب شریعت سے سننے پر موقوف ہیں۔	۵۸	بعض نماز لے گیا ہے۔ کہ دوسرے چیزوں کے بغیر پرہیز پارہی نہیں ہوتی۔ اور تمام محرمات اور مشتبہات سے پرہیز کرنا بہت بڑی نعمت ہے۔ در نہ بعض گناہوں اور بعض محرمات سے چھٹا بھی نفیست ہے۔ شاذ
۶۱	ساتواں عقیدہ :- قرآن خدا کا کلام ہے جس کو خدا تعالیٰ نے حرف اور آواز کا لباس پہنا کر پیغمبر پر نازل کیا ہے۔	۶۱	مکتوبات نمبر ۱۶۷ :- اہل سنت و جماعت کے عقائد کے بیان میں۔
۶۱	اٹھواں عقیدہ :- مومنوں کا قیامت کے روز		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۱	امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ میں یقیناً مومن ہوں۔ اور امام شافعی کہتے ہیں۔ میں اللہ مالک مومن ہوں۔	۶۲	مذاقائے کو حشر میں بہہ بہشت۔ بے کیف اور بے اطاہر دیکھنا برحق ہے۔
۶۲	مسترحواں عقیدہ۔ مومن کیسے گناہ کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اور کافر ہوتا ہے۔ اور اس میں امام ابو حنیفہ کی ایک حکایت اہل سنت کے نزدیک خلافت و امامت کی بحث اصول دین سے نہیں ہے۔ لیکن چونکہ شدید اس میں غلو کرتے ہیں۔ الخ	۶۳	انکے افعال کے بھی خالق ہیں۔
۶۳	رسول اللہ کے بعد ترتیب خلافت اور ترتیب خلافت کے مطابق ان کی فضیلت کا بیان	۶۴	دسواں عقیدہ۔ انبیاء علیہم السلام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں۔
۶۴	حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ الزہراء علیہما السلام کا بیان	۶۵	گیارہواں عقیدہ۔ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے اعمال اور قبر کے عذاب اور مگر گنہگار کے سوا اللہ کے متعلق بتایا ہے۔ سب برحق ہے۔
۶۵	صحابہ کرام کی زندگی اور عقلی اور عصبی ہونیکے حکم اور حضرت علی کا حق بجانب ہونا۔	۶۶	میزان قیامت کا پکا اور بھاری ہونا دنیا کے میزان کے برعکاس ہے۔
۶۶	اکٹھارہواں عقیدہ۔ قیامت کی نشانیاں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ امام مہدی کا آنا اور حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نازل سب برحق ہیں۔ ان میں مختلف کاکوئی احتمال نہیں ہے۔	۶۷	بارہواں عقیدہ۔ بیسویں کی پھر ایک لوگوں کی شفاست برحق ہے۔
۶۷	مہدی فرقہ کار اور مہدی مولو کی علامات۔	۶۸	تیرہواں عقیدہ۔ پہلے مراد جس کو وقت پر رکھا جائے گا۔ مومن اسکو قبول کریں گے۔ اور کافر و فاجر میں کریں گے۔ یہ سب کچھ برحق ہے۔
۶۸	عقیدہ درست کرنا۔ بعد از مرگ کے اور اور	۶۹	چودھواں عقیدہ۔ بہشت اور دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔ اور ہمیشہ باقی رہیں گی۔
۶۹	نواہی کی تعمیل سے چارہ نہیں ہے۔ اور اسلام	۷۰	پندرہواں عقیدہ۔ خدائے تعالیٰ کے مکر بندے ہیں۔ اور ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا۔
		۷۱	سولہواں عقیدہ۔ ایمان یہ ہے کہ جو چیزیں ہم تک اہل لاد تفصیلاً پہنچی ہیں۔ ان پر دل سے یقین لانا۔ ان سے اقرار کیا ہائے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۷	مکتوب نمبر ۲۷: بیت اللہ شریف کا معاملہ تجلیات و ظہورات اللہ ظہور لشی سے اوپر ہے اور حقیقت کسب کے وصول و احاطہ کا بیان اور غلط کعبہ کی زیارت کا شوق۔	۸۱	کے پنجگانہ ارکان کا بیان اس پر آمادہ کرنا کہ عقیدہ اہل سنت کے مطابق اسلام کا علم بادشاہ کے گوشہ نشین کریں۔ اور کافروں اور ان کے معبودان باطل کی تردید کا بیان۔
۸۸	مکتوب نمبر ۲۸: انسان کامل کے ظاہر و باطن کے بیان میں	۸۲	بدعتی گروہوں کا بیان۔ مادہ بقول شیخ عبد القادر جیلانی نو فرقتے ہیں۔ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو فرقہ ناجیہ اہل سنت سے بنایا ہے۔ اور مشرک و مشیہ و غوارج و مجتہد سے نہیں بنایا۔
۹۰	سوال: عارف بتنا بھی کمال پیدا کر لے۔ وہ ممکنات ہی سے ہے۔ و جواب سے متصف نہیں ہوتا۔ پھر وہ اسم جو مرتبہ درجہ سے ہے اسکی حقیقت کیونکر ہوتا ہے۔	۸۳	مکتوب نمبر ۲۹: نورانی ستون اور مدار ستاروں کا بیان جو کہ مشرق سے طلوع ہوا تھا۔ اور اس ستارے کا پہلے بھی طلوع ہوا اور قیامت کی نشانیوں اور امام مہدی اور رسول اللہ کے اہل باصات کا بیان۔
۹۱	جواب: یہ حقیقت باعتبار شہود ہے۔ نہ کہ بال وجود الخ	۸۴	ستاروں کے متعلق تین اغراض ہیں۔ اور ان کے علم جو کچھ بیان کرتے ہیں۔ وہ ثابت نہیں ہے۔
۹۲	اگلی یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ قونے اپنے دوستوں کو ایسا بنایا ہے۔ کہ جس نے ان کو پہچانا کچھ کو پایا۔ اور جب تک کچھ کو نہ پایا۔ ان کو نہ پہچانا	۸۵	مکتوب نمبر ۳۰: نماز میں ارکان کا درست کرنا اور طہانیت اور صفوں کا برابر کرنا۔ اور جہاد کفار میں نیت درست کرنا۔ اور نماز تہجد کا حکم دینا اور غلط روزی کھانے کا بیان۔
۹۳	مکتوب نمبر ۳۱: اس آیت کریمہ کے بیان میں فَمَنْ ظَلَمَ لِنَفْسِهِ اَوْ اٰتٰ كَرِيْمًا عَمَّ هُنَا الْمَاثِلَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ تَعْمُرُ انسان کامل کے بیان میں کہ اس کا معاملہ اس حد تک پہنچتا ہے۔ کہ اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنادیتے ہیں۔ اور وہ لاسر الغیر ہے۔ اور مقصد کی تعمیر تدریم اور غلیل سے کی ہے۔ اور سابق بالغیرات کی تعمیر عرب اور محبوب سے کی ہے۔ جن کے سرور حضرت محمد رسول اللہ	۸۶	مکتوب نمبر ۳۲: اسماء کعبہ کے بیان میں کہ جس طرح انسان میں توحش کا نمود ہے۔ کعبہ کا بھی ہے۔ مکتوب نمبر ۳۳: کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اسماء کے بیان میں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸	مکتوب نمبر ۷۷۔ ملاحین برکی کے اعتراضات کے جواب میں جو کہ انھوں نے صوفیاء کے کلام پر کیے تھے اور لکھا تھا کہ احکام شریعہ میں سے ہر حکم شہر معقول و نیک پہنچنے کا ایک وسیع ہے۔ اور دوسرے استفسارات کا بیان۔	۹۱	صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس معنی کا بیان کرنا کہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔
۱۰۰	اس طریق کے منتہی و متوسط کے پہنچنے کا بیان۔ جو لوگ سود کا کھانا اور لباس استعمال کرتے ہیں۔ ان کو طریقہ کہنے کی اجازت دینا۔ اور ان کو حرام سے پرہیز کرنے کی ترغیب دینا۔	۹۱	مکتوب نمبر ۷۸۔ عرش کی حقیقت کے بیان میں جو کہ عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برپا ہے۔ اور اس میں دونوں کا رنگ ہے۔ اور زمین و آسمان کی مجلس سے نہیں ہے۔ اور کسی اور اس کی وسعت کا بیان۔
۱۱۱	انھوں نے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ختم کرنا اور لعل پر شمعنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور ان کا کلام ماننا یا استناد یا ابطالوں کو دینا بہتر ہے یا نہ دینا بہتر ہے۔	۹۵	کسی آسمانوں سے الگ ہے۔ اور عالم امر سے نہیں ہے۔ کیونکہ عالم امر عرش سے اوپر ہے۔ اللہ کسی عرش سے نیچے ہے۔ اور اس کی پیدائش ان چھ روز کے علاوہ ہوئی ہے۔
۱۱۲	جاننا چاہیے کہ ثواب دینا بہتر ہے کہ اس میں غیر کا نفع بھی ہے۔ اور اپنا بھی۔	۹۶	اس تحقیق سے دو قوی اعتراض رفع ہو گئے۔ ایک یہ کہ جب زمین و آسمان نہ تھے تو چھ روز کی تشخیص کہاں سے ہوئی۔ اور دوسرا اعتراض یہ تھا کہ حدیث قدسی اندھا خجائب کے کلام میں لغامرض معلوم ہوئے تھا۔
۱۱۳	مکتوب نمبر ۷۹۔ اس بیان میں کہ اس عالم علیہ سے صحبت و اخلاص رکھنا فانی اللہ اور بقا کا لازمی ہے۔	۹۷	زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ وہ عرش کے مقابل بیچا اور ناپیر ہے۔ سو وہ انسانی قلب کے اور اسی طرح عرش اپنے اور پر کی نسبت سے ناپیر ہو جاتا ہے۔ اور ہر خطا اپنے اور پر کی نسبت سے ہی حکم کھتا ہے۔ یہاں تک کہ عالم امر ختم ہو جائے۔
۱۱۴	مکتوب نمبر ۸۰۔ اس بیان میں کہ جس طرح اسلام مجازی کفر مجازی سے بہتر ہے۔ اسلام طریقت بھی کفر طریقت سے بہتر ہے۔	۹۸	مکتوب نمبر ۸۱۔ عین القضاۃ کے معنی میں کہ تم جس کو خدا جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک محمد

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۰	زندہ کرنے سے موشہید کا کواہ مناسب ہے۔ پھر جو فرزند یا واجب کو زندہ کرے۔ اس کا اجر کتنا ہوگا۔	۱۰۳	۱۔ اور جسے تم محمد رکھتے ہو۔ وہ اہلے نزدیک خدا ہے۔
۱۰۵	تعدیل ازکان اکثر منفیہ کے نزدیک واجب ہے اور ابو یوسفؒ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک فرعونؑ اور بعض متغیر کے نزدیک سنت مؤکدہ اور اکثر اومی اس عمل کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس ایک سی عمل کے زندہ کرنے کا اجر موشہید کا اجر ہے۔ اگر کسی نے نیک عمل وغیرہ کرتے ہیں۔ اور اس کے ذرا دوسری کسی کا حق ہو تو جب تک وہ ادا نہ کرے گا اس کو جنت میں نہ لے جائیں گے۔	۱۰۵	مکتوب نمبر ۸۲۔ یہ کیسی دنیا سے پرہیز کرنے اور دشمن شریعت پر ترقیب دینے کے بیان میں ہے۔
۱۰۸	علماء فتویٰ دیتے ہیں۔ اور کام اللہ دے کرے ہیں یہ باطن میں مشغول ہو۔ اور ظاہر میں عاجز ہو۔ وہ محمد سے۔ اور اس کے باطن کے احوال مستدل ہیں۔	۱۰۸	مکتوب نمبر ۸۳۔ اس طائفہ علیہ کی محبت کے بیان میں جو کہ تمام سعادات کا سرایہ ہے۔
۱۱۱	مکتوب نمبر ۸۸۔ رضا بقضاء اور فعل مولیٰ سے لذت حاصل کرنا اور طاعون کا بیان۔	۱۰۸	مکتوب نمبر ۱۸۔ بعض مواظف کے بیان میں مکتوب نمبر ۱۸۵۔ شیخ عبدالحی کے بعض کلمات کے بیان میں۔
۱۱۲	مکتوب نمبر ۸۹۔ نصیحت کے بیان میں مکتوب نمبر ۹۰۔ سفارش میں۔	۱۰۸	مکتوب نمبر ۱۸۶۔ اس بیان میں کہ ہر چیز کو چھوڑ دینا۔ اور ان نقصانے کی طرف متوجہ ہونا کتنی بڑی دولت ہے۔
۱۱۳	مکتوب نمبر ۹۱۔ قاپ قوسین اور ان کے اسرار کے بیان میں۔	۱۰۸	مکتوب نمبر ۸۷۔ اتباع سنت اور بدعت سے پرہیز کرنے کی ترقیب اور موقوف العمل سنت کو
۱۱۴	مکتوب نمبر ۹۲۔ اس بیان میں کہ ولایت نور اکہی کا نام ہے اور حقائق و کرامات اس کی شرط نہیں ہیں۔ اور بادشاہوں کو تعلیمی سجدہ کرنا واجب آہی اور غائب چیزوں پر اطلاع کی حیثیت سے آویز	۱۰۸	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۶	ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ہیں۔ اور ادویہ، مٹاکہ شریعت کی بھی اور باطن کی بھی پیری سرمدی اسی وقت سے عبارت ہے۔	۱۱۵	کی تین قسمیں ہیں۔ دو مقبول ہیں، ایک اہل اللہ سے مردود ہے۔ اور غیب چیزوں کے کشف سے ولایت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور ان کا کشف نہ ہونے سے ولایت میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اور اس مضمون کو عوارف المعارف کی عبارت سے مؤثر کیا ہے۔
۱۱۷	سوال مذکور کا دوسرا جواب کہ مرید رشید سلوک میں ہر وقت پیری کی کرامات و خوارق کا احساس کرتا ہے۔ عوام کے نزدیک جسم کا زندہ کرنا عظیم الشان ہے۔ اور خواص کے نزدیک قلبی اور روحی زندگی بڑی بلند دلیل ہے۔ اور دوسری کی نسبت سے پہلی زندگی حاصل بیگاری ہے۔ اور عبت ہے۔ اور فی الحقیقت اہل اللہ کا وجود کرامت ہے۔ اور ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دینا رحمت ہے۔ اور مردہ و لول کو زندہ کرنا ایک نشان ہے۔ الخ	۱۱۶	فراست دو قسم کی ہے۔ ایک اہل معرفت کی فراست اور دوسری اہل بھوک کی فراست اور ان دونوں کی تفصیل۔
۱۱۸	ہندوستان کے کفار کے حال کی شکایت۔ کہ وہ مسجدیں گراتے ہیں۔ اور کھڑی رسوم بر ملا بجا لاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ	۱۱۷	چونکہ اکثر لوگ حق سے منقطع اور دنیا میں مشغول ہیں اور ان کے دل غلو اور فیہی اعتبار کی طرف مائل ہیں خیال کرتے ہیں کہ اہل فراست جو دریاخت اللہ والے ہیں۔ اور خدا کے خواص ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ حضرت ا
۱۱۹	امیر تیمور گورکان کا اس طائفہ علیہ سے حسن اقتدار اور حضرت خواجہ برجگ کا قول کہ تیمور مر گیا۔ اور ایمان سے گیا۔	۱۱۸	سوال ۱۰۔ جب ظہور خوارق ولایت میں شرط نہیں ہے۔ موقوف خیر ولی سے اور حق والا باطل والے سے کس طرح جدا ہوگا۔
۱۲۰	بعد کے راجہ بادشاہوں کا نام پچھلے درجہ پر دیا جاتا ہے۔ یہ بادشاہوں کی خواجہ ہے۔ یوں رسول اللہ انسان کے خلفائے راشدین کی نسبت کرتے ہیں اسے بھائی سجدہ کو جو کہ زمین پر پیشانی رکھنے سے عبارت ہے۔ واجب۔ الوجود کی عبادت سے مخصوص رکھا	۱۱۹	بجواب ۱۰۔ گو منفرط ہو۔ اور حق و باطل میں رہیں ولی کی ولایت کا علم ہونے کی ضرورت نہیں۔ مہبت سے ولی اللہ ایسے ہیں۔ کہ ان کو اپنی ولایت کا ظہور علم نہیں ہوتا۔ تو دوسرے کی اطلاع کیسے لازم ہو گی۔
۱۲۱	۱۱۶	۱۲۰	بنی میں خوارق سے چارہ نہیں ہے۔ نہ کوئی ہیں علم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۶	اسی کے صور علیہ اپنے عکس کے ساتھ ان عدالت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ صور علیہ کے عکوس کے غلبہ اور ان عدالت کے منضعل ہونے اور نظر سادگ سے ان کے محقق ہو کر کابیان۔ اور یہ مقام مقام فنا ہے۔ اور بہت بلند ہے۔	۱۱۹	اور اٹھ آسمان کے سوا یہ اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ اگرچہ بعض فقہاء نے مجدد اعظمی بادشاہوں کے لئے جائز قرار دیا ہے۔ لیکن بادشاہوں کے عمل کے لائق یہ ہے۔ کہ ان کو مکتوب نمبر ۹۳- اس بیانیں کہ ہر آدمی جو نیک اطائف رکھتا ہے۔ اور باطن اور اس باطن کا معنی عارف کے اسم قدیم سے ہے۔ اور وہ جو عارف خود کے وقت پوری طرح دعوت اور بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔
۱۱۹	اس مقام والا اگرچہ بشریت میں دوسرے لوگوں سے مشارکت رکھتا ہے۔ لیکن اس سے اور اس جیسے لوگوں سے صفات بشریت کا ظہور عامی ہے۔ اور دوسروں سے ذاتی	۱۲۰	وہ خاص عارف اور باطن اور اس اسم کی حقیقت اس کی قیوم ہے۔ کہ اس کی نسبت سے عالم خلق و عالم ہر عارف ظاہر اور صورت میں داخل ہے۔
۱۲۴	اس مقام اختصاص خواص کو اپنے رنگ میں تصور کیا اور اس مقام انکار واعتراض میں آئے۔ اور محرم ہے مکتوب نمبر ۵۹: اسلام حقیقی اور کفر حقیقی کابیان۔ اور جس طرح شریعت میں کفر و اسلام نہ طریقت میں بھی کفر و اسلام ثابت ہے۔ اور جس طرح شریعت میں کفر و شر نفقہ ہے۔ اور اسلام کہاں ہے۔ طریقت میں بھی کفر و طریقت لقص ہے۔ اور اسلام طریقت کہاں اگرچہ شریعت کا فرمودہ ہے اور طریقت کا کافر مقبول ہے۔	۱۲۱	بہانا چاہیے۔ کہ اس باقی ماندہ ظاہر کی پوری توضیح کی طرف ہے۔ اور طاعات شریعت اس سے وابستہ ہیں اور علمت و تکمیل کا معاملہ اس سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مگر عمل کا مقام ہے۔ اور دعوت کی جگہ مشاہداتی حقیقت آخرت میں ہے۔ اور کشف و معائنہ کا معاملہ آگے ہے۔
۱۲۷	مکتوب نمبر ۹۴: قانون بقا کی حقیقت اور عارف کی صلاحت اور حقیقت کا عدم سے جدا ہونا اور بحالی کی نسبت کی پہچان اس فقیر کے نزدیک ممکنات کے خالقِ عدالت سے عبارت ہیں۔ جو کہ ہر شر کا منشأ ہے۔ اور یہ کہ اس امر سے	۱۲۸	مکتوب نمبر ۹۵: قانون بقا کی حقیقت اور عارف کی صلاحت اور حقیقت کا عدم سے جدا ہونا اور بحالی کی نسبت کی پہچان اس فقیر کے نزدیک ممکنات کے خالقِ عدالت سے عبارت ہیں۔ جو کہ ہر شر کا منشأ ہے۔ اور یہ کہ اس امر سے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۶	اس اشکال کا پورا حل چند مقدمات پر مبنی ہے۔ اور ہر مقدمہ ایک علیحدہ مستقل جواب جواب ہے۔	۱۳۵	کفر طریقت کفر شریعت سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ کفر طریقت مقام جمع میں ہے۔ اور اسلام طریقت مقام فرق میں۔
۱۳۷	پہلا مقدمہ۔ دوسرا مقدمہ۔ تیسرا مقدمہ۔	۱۳۵	اسلام طریقت کو اسلام شریعت سے پوری مناسبت ہے۔ بلکہ جب اسلام شریعت اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ تو اس اسلام سے اتحاد کی نسبت پیدا کرتا ہے۔ بلکہ الہ
۱۳۸	چوتھا مقدمہ کہ حضرت فاروقی بلکہ خلفائے ثلاثہ اور سب قرآن و حدیث حجت کی بشارت دی گئی ہے۔ اور اس باب میں آیات و احادیث کا بیان پانچوں مقدمہ حضرت فاروقی کا قائلانے میں کرنا۔ اور انکار کے طور پر نہ تھا۔	۱۳۵	کفر طریقت کا مرتبہ صورت شریعت کے اسلام سے بہت بلند ہے۔ اور شریعت کے حقیقی اسلام سے بہت نیچے اور کم ہے۔
۱۳۹	وہ تو وقت بخیر صرف استفسار کے طور پر ہو۔ وہ برا نہیں ہے۔	۱۳۵	اس آدمی کے حکم کا بیان جو شیطانی سے گفتگو کرے اور تمام کے ساتھ مقام صلح میں رہے۔ اور سب کو عداوت مستقیم پر رکھے۔ اور خدا تعالیٰ اور مخلوق میں تیز نہ کرے۔ اور وہی کے وجود کا قائل نہ ہو۔
۱۴۰	چنانچہ قرآن مجید میں حضرت مریم حضرت زکریا اور ملائکہ کا اسلام و استفسار بیان کیا گیا ہے۔	۱۳۶	منصور بادشاہ اناطولی کہنے کے ہر بات قید خانہ کی زنجیروں میں بکڑے ہوئے تھے پانچ سو کھت نفل مانا اور کرتا تھا۔ اور ظالموں کا کھانا کھاتا تھا۔
۱۴۱	پچھٹا مقدمہ رسول اللہ کی صحبت اور ان حضرت کے صحابہ کرام سے حسن ظن کی ضرورت ہے۔ اور اس چیز کو جاننا کہ بہترین زمانہ رسول اللہ کا زمانہ تھا۔	۱۳۶	مکتوب نمبر ۱۹۶۔ اس بات کے حل میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں کافر کا غلبہ کیا تاکہ کچھ لکھیں۔ اور حضرت فاروقی نے کچھ صحابہ کے ساتھ اس سے روک دیا۔
۱۴۲	اس وجہ کا بیان کہ صحابہ کرام بہترین بنی آدم کی ہیں۔ جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے۔ تو اس شبہ اور اس جیسے اور شبہات کا جواب بے تکلف معلوم	۱۳۷	صحابہ کرام کی مدح قرآن و حدیث سے قسم قسم کے فضائل اور فوائد منقولہ کا بیان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۲۶	فرق کے بیان میں سوال :- علامہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ عالم میں داخل ہے۔ نہ خالق اور نہ متسل ہے۔ اور نہ عالم سے منفصل اس وجہ سے کہ تحقیق کیا ہے۔ جواب اس نسبت کا حصول انہ اس بحث کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں کہ نقطہ جہاز اپنی میر کی سرعت سے دائرہ کی سمت میں معلوم ہوتا ہے۔ اور اس جگہ موجود صرف وہی ایک نقطہ ہے۔	۱۱۲۷	ہو گیا۔ بلکہ بہت سے جواب حاصل ہو گئے۔ بلکہ اس قسم کے شبہات اس فقیر کے نزدیک اس قدر کے ہیں۔ کہ کوئی صاحب فن بیوقوفوں کی جماعت کے پاس آئے۔ اور دلائل سے ان پر ثبات کر دے کہ یہ بھڑکنا ہے۔
۱۱۳۸	سوال :- اللہ تعالیٰ اپنے قرب و احاطہ کی عالم سے نسبت ثابت فرمائی ہے۔ حالانکہ موجود کو وہی سے کیا نسبت کو ناگزیر اور نواسہ؟	۱۱۳۸	جہاتوں سے ایمان اللہ جانا ہے۔ انہ ان بزرگواروں کے نزدیک خلافت کا معاملہ موعود اور پسندیدہ نہ تھا۔ اور حضرت علی کے امیر موعوب سے جنگ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے جنگ کرنا فرض ہو چکا تھا۔
۱۱۳۶	جواب :- یہ قرب و احاطہ وہ نہیں جو جسم کو جسم سے ہوتا ہے۔ بلکہ یہ قرب و احاطہ اس نسبت سے ہے۔ جو جموں کی کیفیت اور معلوم تحقیق ہے۔	۱۱۳۸	مکتوب نمبر ۹۹ جلد ثانی کے مکتوب ششم کی اس عبارت کے حوالے میں کوئیں سمجھا ہوں کہ میرے پیدا ہونے کا مقدمہ یہ ہے۔ کہ ولایت محمدی کو ولایت ابراہیمی سے رنگ دیں۔ اور حسن طاعت صبا سے کے جمال کے ساتھ مل جائے۔
۱۱۳۷	عالم کو جو موعود اور متخیل کہا ہے۔ وہ اس معنی سے ہے۔ کہ خلق عالم مرتبہ خیال و وہم میں قائم ہوتی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کی صنعت و رجحان جس میں حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح کہ کوئی کمال پر قادر و موعود ہو نہ کوئی عالم	۱۱۳۷	وہ انتفاع و استفادہ جو امرا کو غلاموں اور خدوئوں کی راہ سے مہر ہو۔ وہ منع نہیں ہے۔ اور نہ وہ امرا کے نقصان اور ضرر کو مستلزم ہے۔
۱۱۳۸	یہ قوت فلسفی کے مذہب کا بیان وہ بھی موجود عالم کا قائل ہے۔	۱۱۳۸	مکتوب نمبر ۹۹ :- اللہ تعالیٰ سے عالم کی نسبت و قرب کا بیان اور عدم اور ایلیس کی شرارت کے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۱۲	نہیں ہے۔ جواب :- جن طرح عدم وجود کا آئینہ ہے اسی طرح وجود بھی عدم کا آئینہ ہے۔ مکتوب نمبر ۱۹۹۔ ان سوالوں کے جواب میں جو میر محمد نعمان نے لکھے تھے۔	۱۱۰	سوال :- عالم کے لئے جب ثبوت واستقرار کی نسبت ثابت ہو گئی۔ اگرچہ وہ مرتبہ وہم و خیال ہی میں ہو تو کون اس پر وجود کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ ثبوت و وجود و استوار ہیں جیسا کہ متکلمین کا مذہب ہے۔ جواب :- اس طائفہ کے نزدیک وجود سب اشیاء سے اشرف ہے۔ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز پر جو کو سراسر نقض ہے۔ اس کا اطلاق نہیں کرتے۔ محترم یہ کہ ممکن جو کچھ رکھتا ہے۔ وہ مرتبہ وجود سے مستغنی ہے۔ وہ اپنے باپ کے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہے اسکو علیت کے لحاظ کے بغیر موجود خارجی کہتا و شواہد امر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں اسے شرف بنایا ہے۔ اور اس فیتے نے جو اپنے بعض ملکات و رسل میں عالم کو موجود خارجی کہا ہے۔ اس کو بھی اسی معنی پر معمول کرنا چاہیے۔ ارباب کشف و شعور کی ایک جماعت نے وجود کو واجب الوجود کی عین حقیقت کہا ہے۔ جس طرح وجود ہر شے و گماں کا مبداء ہے۔ اسی طرح جو عدم اس کے مقابل ہے۔ ہر شے اور نقض کا مبداء ہے اور ہر قیامت و فساد کا منشاء ہے۔ اور عدم کے ہر اور اس کی غریبان الیس اور عدم کی مشورت کے فرق کا بیان۔
۱۱۳	کے وقت ایسا کے صحابہ کے مقامات میں بلام ایلیا۔ بلکہ السلام کے مقامات میں بھی پاتا ہے بعض آدمیوں نے اس جگہ سے اس سانک کی ان مقامات والوں سے مسادت کا دم کیا ہے۔ اور اس وجہ کی بنا پر ان کا رد ان پر طعن زنی کرنے میں۔ اس مقام کو حل کرنا چاہیے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ چھلے و جہ والوں کا بلند درجہ والوں کے مقامات میں پہنچنا کبھی تو ایسا ہوتا ہے جیسے کہ فقیر امراء کے دروازہ پر جاتیں طعنہ کرنے والے در حال سے غالی نہیں ہیں۔ اگر وہ اقتدار رکھتے ہیں۔ کہ اس حال والا ان بلند مقامات والوں کے ساتھ شرکت و مسادت کا حقدار ہے۔ پس اس کو کا فر اور زندقہ خیال کرتے ہیں اور اسے مسلمانوں کی جماعت سے باہر سمجھتے ہیں۔ صحابہ کرام کے فضائل خصوصاً حضرات شیعیان کے۔ ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور شنی ثانی کو یہ ان کے ہیں کہ اگر وہ اس صاحب جلد اسے کے متعلق یہ عقیدہ	۱۱۰	۱۱۲
۱۱۴		۱۱۰	۱۱۲

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۸	دوسرا جواب یہ ہے کہ مصائب و شدائد اگرچہ عموماً کے نزدیک اسباب نام سے ہیں۔ لیکن ان بڑے گناہوں کے نزدیک جو کچھ بھی جلیل مطلق سے آتے۔ وہ ان کے لذت حاصل کرنے کا سبب ہے۔	۱۴۶	نہی رکھیں۔ تو بھی وہ حال سے خالی نہیں ہیں۔ اگر پوچھیں کہ اس شور انگیز احوال کا اظہار کرنے کی وجہ کیا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کے احوال کا ظہور مشائخ طریقت سے بہت آیا ہے۔
۱۴۹	انہی یہ کیا منام ہے کہ تو نے اپنے دوست کو ایسا بنایا ہے کہ جو چیز دوسروں کی تکلیف کا باعث ہے۔ وہ ان کے لذت حاصل کرنے کا سبب ہے اور جو کچھ دوسروں کے لئے رحمت ہے وہ ان کے لئے رحمت ہے۔	۱۴۷	اس قسم کے احوال شور انگیز کے اظہار کے وجود کا یہاں آپ نے پوچھا ہے۔ کہ کیا سبب ہے کہ انبیاء و اولیاء دینا میں بلا اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اکثر مصیبتوں اور امتحانوں میں مبتلا رہتے ہیں۔
۱۵۰	تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ جہان امتحان کا گھر ہے۔ اور یہاں حق کے ساتھ باطل ملا ہوا ہے۔ اگرچہ دوستوں کو محنت اور بلا نہ دیں۔ تو امتحان کی باطل ہوجاتی ہے۔	۱۴۸	اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی کرے۔ چنانچہ اپنے کو دنیا مقلد و تنعم کے لئے نہیں ہے اور آخرت ہے جو کو نعمتوں اور لذتوں کے لئے تیار ہوتی ہے۔
	چوتھا جواب یہ ہے کہ ان افعالے اگرچہ ہرچہ پر قادر ہے۔ اور اسے طاقت ہے کہ دوستوں کو اس جگہ بھی تانہ نعمت میں رکھے۔ اور اس جگہ بھی لیکن یہ صورت حکمت و عبادت کے برخلاف ہے۔	۱۴۹	سوال ۱۴۸ کا رد فیروز دینا و آخرت میں عروم سے اس کاوینا میں درد پانا اس کی آخرت میں لذت کو مستلزم نہ ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔
	ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور اصل سوال کے جواب کا اتمہ بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ درد بلا کا سبب اگرچہ گناہ ہیں۔ لیکن وہ مصیبت حاصل میں ان گناہوں کا اظہار ہے۔ اور ان گناہوں کو نازل کرنے والی ہے۔ پس ہر گناہی یہی ہے۔ کہ دوست	۱۵۰	ہم کہتے ہیں کہ کا خدا کا دشمن ہے۔ اور دینی مذہب کا متفق ہے۔ دنیا میں اس سے مذہب اٹھایا اور اسے اس کے حال پر پھوڑ دینا میں تنعم و تملذذ ہے۔ سوال ۱۴۹ کا رد تعالیٰ ہرچہ پر قادر ہے۔ اسے طاقت ہے کہ دوستوں کو دنیا میں بھی تملذذات بخشنے۔ اور آخرت میں بھی نعمتیں کرامت فرمائے۔ اور ایک جہاں میں لذت ان کے حق میں دوسرے جہاں کے مذہب کو مستلزم نہ ہو۔
	اس کا جواب کئی طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اگر دنیا میں		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۱	دودہ و بلا کے لئے دوسری وجہ یہ ہے کہ بچے دو اور جھوٹے مدعی میں قیہ پیدا ہو جاتے۔ کیونکہ اگر وہ سچا ہے۔ تو وہ مصیبت آنے سے لذت پائے گا اور اگر جھوٹا ہے۔ تو اس کا حصہ مصائب سے دور اٹھ جائے۔	۱۵۱	کو زیادہ مصیبت میں مبتلا کرے۔ دوستوں کے گناہوں اور برائیوں کو دشمنوں کے گناہوں اور برائیوں کی طرح خیال نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلمات موت کے وقت بے آرامی و بے قراری کا بیان۔ لکھا تھا کہ اسی ششہ اور مدافعی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوستوں کو کیوں محنت اور مصیبت دیتے ہیں۔ اور کیوں عیشہ ناز و نعمت میں نہیں رکھتے اور اس گفتگو سے اس جماعت کی نفی کرتے ہیں۔
۱۵۲	اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا کہ عدم کو خواص لائے کہا ہے پس اس کا وجود نہ ہو گا۔ اور جب وجہ نہیں رکھتا ہے۔ اگرچہ اس نے ذہن میں وجود پیدا کیا ہو تو اس کے لئے آثار اور ترقیات کس طرح متحقق ہوں گے۔	۱۵۲	کا ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور ان جیسے قول کا رد و مدار آخرت کے انکار پر ہے۔ اور آخرت کے ثواب و عذاب کے انکار پر مبنی ہے۔ اور اصل سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ مصیبت محبوب کا تیار نہ ہے۔ جو محبوب کو ماسوائے محبوب کے اور طرقت توجہ کرنے سے منع کرتا ہے۔ اور پوری طرح اس کو جنب قدس کی طرف متوجہ کرتا ہے پس بلا کے لائق دوست ہیں نہ کہ دشمن۔ بعض دفعہ بلا اور مصیبت کے وقت دوستوں سے بھی اضطراب معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔
۱۵۳	جواب یہ جان لیں کہ عدم الوجود کی ترقیات سے کیا تعجب کرتے ہو۔ اس کائنات کا تمام کونوثر عدم پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا مشاہدہ کریں کہ عدم سے یہ تمام وسیع کائنات بنایا ہے فرق درمیان خلق مرتبہ خیال اور عدم میان اشیاء و عدم و خیال نہیں۔ اور آپ نے فنا و بقا کے متعلق بھی پوچھا تھا۔ اس فقیر نے اس بات کے متعلق اپنی کتابوں اور مذاہم میں بہت جگہ لکھا ہے۔ اس کے بعد اگر کچھ پوشیدہ ہو تو انہی	۱۵۳	جواب یہ۔ وہ اضطراب ظاہری ہے۔ اور بشریت کا اتفاق ہے کہ اس کے باقی رکھنے میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔
۱۵۴	فنا و بقا شہودی ہے۔ وجودی نہیں ہے کہ بعد لا شے نہیں ہوتا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ سے متحد ہوتا ہے۔	۱۵۴	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۵	ظلال ہیں۔ اور چونکہ ظلال الہی اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کے متعلق پوچھا تھا۔ ان کا بیان حاضر ہی سے تعلق رکھتا ہے۔	۱۵۵	وہ بلکہ دین لوگ ہیں۔ جو فنا و بقا کو وجودی تصور کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بندہ اقیانائے وجودی کو اشعار اپنے اصل کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے
۱۵۶	اور آپ نے مرتبہ نبوت کے کمالات کے متعلق بھی پوچھا تھا کہ فنا و بقا و تجلی اور مبدائیت تعین پر سب ذات کے کمالات کے مراتب میں کس طرح پر ہیں ؟ اس کے جواب کو دوسرے وقت پر مثال دیا ہے زمانہ اور زمانہ والوں سے کچھ وقت چھوڑ کر کچھ مل گیا ہے انھیں پر رحم کر دو۔	۱۵۶	فنا کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو بھول جاسے۔ اور سینہ کے میدان کو اپنی تمام مرادوں سے پاک و صاف کر دے۔ اور مقام بقا کے مناسبت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی مرادات پر قائم ہو جائے۔ اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا کہ وہ سیرجہ انفس سے باہر ہے۔ وہ کوئی سیر ہے ؟ جانتا چاہیے کہ انفس ہی آفاق کی طرح اسما و اجسام کے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
تَعَالَى وَتُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اردو ترجمہ مکتوبات شریف

دفتر دوم حصہ دوم

مکتوب نمبر ۵

خواجہ محمد صدیق کی طرف سے صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بعض کالمیں کے ساتھ بالمشافہہ کلام فرماتا ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَصَّلَهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مَّا خَلَقَ

میرے پیارے دوست! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا انسان کے ساتھ کلام کبھی بالمشافہہ بھی ہوتا ہے۔ کلام کی یہ قسم بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو حاصل ہے۔ اور کبھی یہ لغت عقلی ان کے بعض کال ترین مقیدین کے ساتھ میت اور وراثت کے طور پر بالمشافہہ گفتگو ہوتی ہے اور اگر کسی قبیح کے ساتھ گفتگو ہوتی ہو تو اس کو محدث کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

اور یہ گفتگو الہام اور دل میں القاء کرنے کے علاوہ ہوتی ہے۔ اور یہ گفتگو وہ بھی نہیں ہے جو دشمنوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ بلکہ اس کلام کا مخاطب وہ انسان ہوتا ہے جو عالم امر و خلق اور مدح اور نفس اور عقل و خیال کا جامع ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ وہ گفتگو کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخاطب کو مکمل نظر بھی آئے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ کہنے والے کی نظر کمزور ہو۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی چمک و مکبر وراثت کرنے سے قاصر ہو جیسا کہ سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ وہ تو نور ہے۔ میں اسے کیسے دیکھ

سکتا ہوں۔

اور اس لئے بھی دیکھنا سنے کو لازم نہیں آتا کہ بالمشافہہ گفتگو کرتے ہیں شہودی مجاہدات وعدہ ہوتے ہیں۔
 مذکورہ شہودی اس فرق کو اپنی طرح نہیں لکھیں مگر لوگوں کو ایک عمدہ معرفت کی بات ہے۔ اس کے متعلق بہت ہی کم کسی
 نے گفتگو کی ہوگی۔ والسلام علی من اتبع الهدی

مکتوب نمبر ۵۲

خواجہ بہمدی علی کشمیری کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اس بلند مرتبہ جماعت کے ساتھ محبت رکھنا چاہیے۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَتَسْلَمُ عَلٰی عِمَادِہِ الْکَلْبِیَّتِ اصْلَحٰہِ۔

آپ کا گرامی نامہ جو کہ کمال محبت و اخلاص سے لکھا گیا تھا۔ بمع تحفہ تعالیٰ پہنچا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس جماعت کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے۔ اور انہی کے ساتھ قیامت
 کو لٹائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بد قسمت نہیں رہتا۔ ان سے محبت رکھنے والا محروم نہیں رہتا
 ان سے میل جول رکھنے والا بے ملامت نہیں رہتا یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے عیسیٰ ہیں۔ جب ان پر نگاہ پڑتی ہے۔
 تو خدا یاد آجاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ان کو پہچان لے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے۔ ان کی نگاہ دہا ہے۔ انکی
 گفتگو شفا اور ان کی صحبت نور اور رونق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جس نے صرف ان کے علاوہ کو نہ دیکھا۔ وہ نامور
 ہوا۔ اور گھٹنے ہیں پڑا۔ اور جس نے ان کے باطن پر نگاہ رکھی۔ وہ نجات پالیا۔ اور کامیاب ہوا۔

جس نے کہا ہے۔ کیا خوب کہا ہے کہ اللہ خداوند

ہے۔ کہ جس نے ان کو پہچان لیا۔ اسے تجھے پالیا۔ اور جب تجھے نہ لیا۔ ان کو نہ پہچاننا۔

یعنی ان کو پہچان لینا اور تجھے پالینا ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ تقدیر ذاتی کس طرف سے ہے
 ایک لحاظ سے توشتا خفت کو ہے۔ اور ایک لحاظ سے پالینے کو۔ اور ترجیح اسی قول کو ہے کہ خدا تعالیٰ کی
 شناخت پہلے ہے۔ کیونکہ وہی پہلے ہے۔ اور ابتدا اسی سے زیادہ اچھی اور بہتر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی صَنَدِکُمْ۔

مکتوب نمبر ۵۳

قرب و جوار کے ایک شیخ کی طرف حوالہ فرمایا۔

(اس سوال کے جواب میں کہ انہوں نے دریافت کیا کہ اگر میں نیکی کرتا ہوں تو نفس میں غرور و تکبر پیدا ہوتا ہے اور اگر مجھ سے کوئی کام خلاف شریعت ہو جائے یا لغزش واقع ہو جائے۔

تو ندامت اور شکستگی پیدا ہوتی ہے۔)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَسَّلَنَاهُ عَلٰی عِبَادِهِ الْكَافِرِيْنَ اَصْلٰطُفٰی

آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ اگر میں ریاضت کروں تو نفس میں غرور پیدا ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میرے جیسا کوئی آدمی نیک نہیں ہے اور اگر خلاف شریعت کروں تو اپنے آپ کو محتاج اور ذلیل قریب خیال کرتا ہوں اس کا کیا علاج ہے۔

خدا تجھے توفیق بخشے امتحانی اور عاجزی جو دوسری شق (گناہ کرنے) میں ندامت اور افسوس سے خبر دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور پناہ بخدا کہ شریعت کے حرام کاموں سے کسی کارکن کتاب کو لینے کے بعد ہی ندامت پیدا نہ ہو جو کہ توبہ کا ایک حصہ ہے گناہ و مصلحت گیر ہونا گناہ پر اصرار کے مترادف ہے اور اگر چھوٹے مغیور گناہ پر اصرار ہو تو وہ کبیرہ ہو جاتا ہے اور کبیرہ پر اصرار کفر کی دہلیز ہے۔

آپ اس بڑی نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کریں تاکہ ندامت میں اضافہ نہ ہو اور شریعت کی خلاف ورزی سے باز رکھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم فکر کرو گے تو میں جہیں زیادہ دوں گا۔

سوال کے پہلے حصے کا حاصل یہ ہے کہ نیک اعمال کی بجا آمدنی کے بعد غرور پیدا ہوتا ہے اور یہ غرور دہر تاقی ہے اور اطلاق اور ملاک کرنے والا مرض ہے جو نیک اعمال کو اسی طرح نیست و نابود کر دیتا ہے جس طرح خشک مکڑیوں کو آتش جلا کر تباہ کر دیتی ہے اور غرور اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ عمل کرنے والے کی نگاہ میں اپنے اعمال نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں انسان کو اچھا سمجھتا ہے تو اس کا علاج اسکی ضد سے کرنا چاہیے۔

چاہیے کہ اپنی نیکیوں کو ناخالص سمجھے اور نیکیوں کے پوشیدہ قبائح کو اپنی نگاہ میں رکھے تاکہ اپنے آپ کو قاصر سمجھے بلکہ لعنت علامت کے تہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے

والے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ خود قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ اور کہتے ہی ایسے رذہ دار ہیں۔ جن کو دوسرے سے سوا
بھوک اور پیاس کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہیے۔ کہ اس کی اپنی نیکیوں میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور اگر قصوری بہت بھی توجہ کرے
گا۔ تو خدا تعالیٰ کی توفیق سے ان میں از سر نیا قبا حیاتیں دیکھے گا۔ اور حسن کاشانہ بھی محسوس نہ ہوگا۔ مگر کیسا اور سخوت
کیسی۔ بلکہ اپنے اعمال میں قصور اور نقصان دیکھنے میں اتنا غلبہ ہو۔ کہ کئی کسے سے ملامت اور شرمندہ ہو۔ نہ کہ مظلوم اور
بے پروا۔ اور جب اعمال میں قصور دیکھنے کا فکر پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اعمال کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور قبولیت کے
قابل ہو جاتے ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے۔ کہ ایسی نگاہ پیدا ہو۔ اور مغرور نہ ہو۔ اس کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا
اللہ اشاہد۔

وہ لوگ جن کو پورے طور پر اپنے اعمال میں قصور دیکھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ وہ ایسا تصور کرتے ہیں۔ کہ
دائیں جانب کا (نیکیوں) دیکھنے والا فرشتہ تو بے کار اور معطل ہے۔ اور ان کی نیکیوں میں کوئی خوبی ایسی نہیں ہے۔
جو دیکھنے کے قابل ہو۔ اور بائیں جانب والا (برائیوں) دیکھنے والا فرشتہ ہمیشہ کام میں لگا رہتا ہے۔ کہ تمام برائیاں ہی برا
ہیں۔ اور جب عارف کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اس کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے۔ وہ حد بیان و تحریر سے
باہر ہے۔

قلیوں بہر سید سر بخت

وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ۔

مکتوب نمبر ۵۴

سید شاہ محمد کی طرف سے فرمایا۔

اس بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے درجات اور مراتب مختلف ہیں۔ اور اس
کے مراتب یہ ہیں۔ ہر ایک درجے کی دوسرے پر فضیلت کا بیان۔ اور ان سے متعلق مسائل۔
اَللّٰہُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ الَّذِیْ یُنْتَظَرُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت جو کہ دینی اور دنیاوی مساعی و تقویٰ کا سرمایہ ہے۔ کئی ایک مراتب اور
درجات رکھتی ہے۔

پہلا درجہ عوام اہل اسلام کا ہے۔ جو کہ شریعت کے احکام اور سنت سنہ کی متابعت سے وابستہ ہے جب کہ اس کے ساتھ دل کی تصدیق تو ہو۔ لیکن اطمینان نفس ایسی حاصل نہ ہوا ہو کہ نگہ درجہ ولایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور علامہ ظاہر اور وہ عابد اور زاہد لوگ جن کا معاملہ ابھی اطمینان نفس کے ساتھ وابستہ نہیں ہوا۔ سب اسی درجہ متابعت میں شریک ہیں۔ اور اتیان کی ظاہری صورت کے حصول میں سب برابر ہیں۔ اور چونکہ نفس اس مقام میں کفر اور انکار سے آزاد نہیں ہوتا۔ تو لازمی طور پر یہ خاص درجہ صرف متابعت کی صورت رکھتا ہے۔ اور متابعت کی یہ صورت حقیقی متابعت کی طرح آخرت کی کامیابی اور خلاصی کا ذریعہ ہے۔ اور ہر قسم کے مذاب سے نجات اور جنت کے داخلہ کی بشارت دینے والی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اچھے کمال بخشش سے نفس کے انکار کا کوئی اقتدار نہیں کیا۔ اور صرف دل کی تصدیق پر کفایت فرمائی ہے۔ اور نجات کا دار و مدار اسی تصدیق پر رکھا ہے۔

لے میثقی کہ رہی شک مرا حسن قبول اسے کہ در سائرہ قطرة بارانی را

متابعت کا درجہ اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی اتباع ہے۔ جو کہ باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں غفلت کی تہذیب اور ذلیل صفت کی ممانعت اور امراض باطنی اور معنوی بیماریوں کا ازالہ ہے۔ جو کہ حقیقت کے مقام سے متعلق ہیں۔ اور اتیان کا یہ درجہ ان ادیب سلوک کے ساتھ خاص ہے۔ جنہوں نے صوفیہ کے طریقہ کو اپنے مقتدا شیخ سے اخذ کیا ہو۔ اور میراں اللہ کے صحراؤں اور بیابانوں کو قطع کر رہے ہوں۔

متابعت کا تیسرا درجہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آرا الصلوٰۃ والسلام کے اعمال اور اذواق اور مواجید کی متابعت ہے۔ یہ درجہ ولایت خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ ان ادیب ولایت کے ساتھ خاص ہے۔ جو کہ مجتہد سالک ہوں۔ یا سالک مجتہد۔

جب کہ ولایت کا مرتبہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ تو نفس مطمئن ہو گیا۔ اور سرکشی اور غلظت سے باز آ گیا۔ اور انکار سے اقرار میں اور کفر سے اسلام میں آجاتا ہے۔ اس کے بعد ادب متابعت کی جو بھی کوشش کرے گا۔ وہ حقیقی متابعت ہوگی۔ اگر نماز اور کفر سے اسلام میں آجاتا ہے۔ تو متابعت کی حقیقت بھلا شے گا۔ اور اگر روزہ ہے۔ تو اس کا بھی یہی حال ہوگا۔ اور اگر زکوٰۃ ہوگی۔ تو وہ بھی اسی طریقہ پر ہوگی۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ شریعت کے تمام احکام کی بجا آوری میں اتباع کی حقیقت سرحد ہوگی۔

سوال ۱۰۔ نماز روزہ کی حقیقت کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ نماز روزہ مخصوص افعال ہیں۔ اگر وہ افعال ارشاد رکھا

لے اسے وہ ذات کہ جس نے ہمارے ایک قطرے کو موتی بنا دیا۔ تو یہی کر سکتا ہے۔ کہ میرے آنسو کے قطرے کو من قبول

علاوہ اسے۔

کے مطابق ادا ہو جائیں گے۔ تو ان کی حقیقت ادا ہو جائے گی۔ ان کی ظاہری صورت کیا ہے۔ اور اس سے حلا حقیقت کیا ہے؟

جواب :- بتدی کا نفس جب تک اندہ ہے۔ جو اصل میں آسمانی احکام کا منکر ہے۔ اس سے احکام شرعی کی ادائیگی صورت کے اعتبار سے ہوگی۔ اور خشتی کا نفس جب مطمئن ہو جاتا ہے اور شریعت کے احکام کو برضائے قبول کر لیتا ہے۔ تو اس سے ان احکام کی ادائیگی حقیقت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اس کی مثال منافق اور مسلمان کی سی ہے۔ کہ دونوں نماز ادا کرتے ہیں۔ منافق چونکہ باطن میں انکار رکھتا ہے۔ اس لیے صرف نماز کی صورت ادا کرتا ہے۔ اور مسلمان باطنی قربان داری کے ذریعہ سے نماز کی حقیقت سے متین ہے۔ تو معلوم ہوا کہ صورت اور حقیقت کا اعتبار باطنی انکار و اقرار کے اعتبار سے ہے یہ درجہ یعنی اطمینان نفس اور اعمال صالحہ کی حقیقت کا درجہ۔ ولایت خالصہ کے کمالات جو درجہ سوم سے تعلق ہیں۔ کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

مناہت کا چوتھا درجہ وہ ہے۔ جو پہلے درجہ میں تھا۔ پہلے درجے میں اس کی صورت نفی۔ اور اس درجہ میں اتباع کی حقیقت ہے۔ اور یہ چوتھا درجہ اتباع علماء راسخین شکر اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ مخصوص ہے جو نفس کے اطمینان کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اولیاء اللہ قدس اللہ تعالیٰ عنہم کو پہنچنے تک پہنچنے کے بعد ایک طرح کا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے۔ لیکن نفس کو کمال درجہ کا اطمینان کمالات نبوت کے حصول سے حاصل ہوتا ہے۔ جو کہ بطریق وراثت ملائکہ راسخین کو کمالات حاصل ہوتے ہیں۔

پس ملائکہ راسخین بواضع کمال اطمینان نفس شریعت کی حقیقت سے چوتھی اتباع ہے موصوف ہیں۔ اور دوسروں کو چونکہ کمالات حاصل نہیں ہوتے۔ لہذا کبھی تودہ شریعت کی صورت سے موصوف ہوتے ہیں اور کبھی شریعت کی حقیقت سے مشفق۔

علماء راسخین کی علامت بیان کر دیتا ہوں۔ تاکہ ہر قلم بردار عالم راسخ ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے۔ اور اپنے نفس انکار کو نفس مطمئن نہ سمجھنے سکے۔ عالم راسخ وہ ہے۔ جس کو کتاب رسالت کے تشابہات کی تاویل سے حصہ حاصل ہو۔ اور قرآن مجید کی سورتوں کا ادنیٰ حصہ جو صورت مقلدات ہیں۔ ان کے اسرار سے بہرہ ور ہو۔ اور تشابہات کی تاویل بہت ہی دقیق اسرار میں سے ہے۔ یہ نہ بھولنا کہ یہ تاویل یہ راقہ کی تاویل قدرت کی طرح ہے۔ اور دیر (چہرہ) کی تاویل قامت کی طرح کیونکہ تاویل میں تو علم ہی علوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا اسرار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان اسرار کے اصل مالک تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور یہ رموز انہی کے معاملات کی طرف اشارہ ہیں۔ اور یہ چہرہ لوگ ہیں۔ جن کی تربیت اور وراثت کے طور پر اس دولت علمی سے سزا دینا ہوتا ہے۔

اور اس درجہ ممتاز بدست کا حصول جو کہ اہل بیت انفس اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی بدست کی حقیقت کو پہنچنے سے قطع رکھتی ہے کبھی تو بغیر وسیلہ قدا و بقا اور بغیر سلوک و جذبہ کے ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اعمال و عبادت و تجلیات و ظہورات قسم کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی درمیان میں نہ آئے۔ اور یہ دولت حاصل ہو جائے۔ لیکن اس دولت تک ولایت کی راہ سے پہنچنا بہت زیادہ قریب ہے۔ یہ نسبت اہل اس کے جو دوسری راہ سے پہنچے۔ اور وہ دوسری راہ اس فقیر کے خیال میں سنت سلیمہ اعلیٰ صاحبنا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کا احترام اور بدعت کے نام و نشان سے بھریہ ہیز کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بدعت حسنہ سے بھی جب تک بدعت سیدہ کی طرح پرہیز نہ کرے گا۔ اس دولت کی خوشبو بھی اس کی جان کے دل و دماغ میں نہ پہنچے گی۔

اس مکتوبات شریف کے بہت سے مقامات میں حضرت امام بہائی قدس سرہما ہی نے بدعت کی بڑی شدت سے مذمت کی ہے۔ یہاں تک کہ بعض مقامات میں آپ نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں۔ اور بدعت سے بچنا خودی ہے۔ حضرت امام بہائی رحمہ اللہ علیہ کے اس طرح کے الفاظ کو وہ لوگ دلیل بناتے ہیں۔ جیسے بدعت کا کہنا ہو چکا ہے۔ اور چچ نہیں بدعت نظر آتی ہے۔ لیکن دوسرے لوگ آپ کی بدعت سے لوگوں کو بدبو کے اور غلطی میں ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ نظر اضافت سے دیکھا جائے۔ تو بدعت صرف اس قدر ہے کہ حضرت امام بہائی قدس سرہما ہی نے بدعت سے مذمت میں داخل ہی نہیں۔ بلکہ وہ سنت میں داخل ہے۔ کیونکہ آپ کہہ کر بدعت ہر وہ چیز جس کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہے۔ بدعت نہیں۔ بلکہ حق بدعت ہے۔ جیسا کہ قابل اور قیاس بھی کو آپ نے اسی مکتوب میں ملحق بالسنہ ضرور دیا ہے۔

حضرت مجدد مہدی علیہ السلام کے مرقع و مسلک کی یہ قرینہ توجیہ بالارواح بقائے قدسی سے نہیں ہے۔ بلکہ مکتوبات کے مشیخ کی تقریحات کے علاوہ خود مکتوبات میں اس توجیہ کے زبردست اور واضح شواہد موجود ہیں۔ یہ شواہد اور بدعت سے متعلق حضرت امام بہائی رحمہ اللہ علیہ کا مسلک و فرقہ اول کے مکتوب ۱۰۰ کے مضمون میں تو مجرماً قدسے تفصیل سے تحریر کر دیا ہے۔ قاریں حضرات اس کا حرج مطالعہ فرمائیں۔ نیز مذکور بدعت میں حضرت امام بہائی قدس سرہما کا مسلک و مرقع میں نے اپنی حقیقت مسلک امام بہائی میں سنہ بدعت کے مضمون سے کافی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور مخالفین کے مغالطوں کی حقیقت طشت از باہمی ہے۔ اس کا مطالعہ بھی چاہیے مفید ہے۔ تاکہ غلط فہمی نہ ہو۔

اور بدعت سے اجتناب کچھ نکل تو بہت مشکل ہو گیا ہے مگر ساری دنیا بدعت کے دیا میں غرق ہو چکی ہے۔ اور بدعت کے اندھیروں میں آرام حاصل کر رہی ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا کام لے۔ اور سنت کو زندہ کرنے کے لئے لب کشائی کرے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ عالمگیری دعوات کو خلق کا تعالٰیٰ قرار دیتے ہوئے اس کے جواز بلکہ اس کے استحکام کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اچھا یہ تو بتائیں کہ کیا فتویٰ دیتے ہو اس صورت میں کہ مگر اسی عام پھیل جائے۔ اور باطل متعارف ہو جائے۔ اور لوگ اس پر عمل کرنے لگیں؟ ان علماء کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ مطلقاً تعالٰیٰ استحسان کی دلیل نہیں ہے۔ اور وہ تعالٰیٰ جو معتبر ہے۔ وہ ہے جو کہ ابتدائی دور سے آ رہا ہو۔ اور پھر تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہو۔ جیسا کہ قانونی طریقہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ شہید رحمہ اللہ سہارنہ فرمایا کہ

ہم مشائخ بلغ کے استحسان کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ ہم اپنے شیعہ اصحاب کے اقوال کو قبول کر چکے کیونکہ ایک شہر کا تعالٰیٰ جواز پر دلالت نہیں کرتا جواز پر وہ تعالٰیٰ دلالت کرے گا جو کہ اسلام کے ابتدائی دور سے مسلسل آ رہا ہو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر پر عمل ہو۔ کہ آنحضرت نے لوگوں کو اس پر چھوڑا۔ تو یہ حقیقت میں آنحضرت علیہ السلام کی شریعت ہو گا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر لوگوں کا فعل حجت نہیں ہو گا۔ ماسوائے اس صورت کے کہ تمام شہروں کے تمام آدمی اس پر عمل کریں۔ تاکہ اجماع ہو جائے۔ اور اجماع بھلتا ہے۔ کیا ہم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اگر کچھ لوگ شراب کی تجارت یا سود کے رواج کو تعالٰیٰ بتالیں۔ تو ان کے عمل ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ تمام لوگوں کے تعالٰیٰ اور تمام شہروں اور ممالک کے عمل کا علم حاصل کرنا بشر طاقت سے باہر ہے۔ باقی رہا ابتدائی دور کا تعالٰیٰ جو حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کو اس عمل پر برقرار رکھنا ہے۔ اور حقیقت میں وہ آپ ہی کی سنت ہے۔ وہ تعالٰیٰ بدعت کیسے ہو سکتا ہے۔ اور بدعت حسنہ وہ کب ہے؟

صحابہ کرام کو تمام کمالات کے حصول میں صوفیہ بشر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کی صحبت ہی کمال ملتی۔ اور علماء سلف میں سے جو بھی رسول کی دولت سے مشرف ہوا ہے۔ اور صوفیاء کے طریق کے اختیار کرنے اور سلوک اور جذبہ سے قطع مسافت کرنے کے بغیر اس دولت سے مشرف ہوا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مزید کی دعائی متابعت اور ناپسندیدہ بدعات سے پرہیز کرنے کی وجہ سے اس مرتبہ پر پہنچا ہے۔ اسے اللہ تعالٰیٰ بھرت صفا سنت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سنت کی متابعت پر شہادت قدم رکھ۔ اور بدعات کے ارتکاب سے بچائیں

مناہت کا پانچواں درجہ آنحضرت علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کی اتباع کا ہے کہ ان کمالات کے حصول میں علم اور عمل کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے وابستہ ہے۔ اور یہ نہایت ہی بلند مقام ہے۔ چنانچہ ذکر شدہ احباب کو اس مرتبہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

اصل میں یہ کمالات اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور تبعیت وراثت کے طور پر جس کو بھی اس دولت سے مشرف فرما دیں

اور متابعت کا پچھلا درجہ آنحضرت علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کی اتباع ہے۔ جو آنحضرت علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامِ مبعیثت کے ساتھ مخصوص ہیں جس طرح درجہ پنجم میں کمالات کا فیضان محض فضل اور احسان سے تھا اسی طرح اس پچھلے درجہ میں آنحضرت کے کمالات کا فیضان صرف محبت سے ہے۔ جو کہ پہلے فضل اور احسان سے بلند ہے۔ اور متابعت کا یہ درجہ بھی بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

پہلے درجہ کو پچھلے درجہ سے باقی پانچ درجے سب کے سب عروج کے مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا حصول عروج سے وابستہ ہے۔

متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ربوط سے تعلق رکھتا ہے۔ اور متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے۔ اس لئے کہ اس مقام میں نزول بھی تصدیق قلب اور اطمینان نفس ہے۔ اور جسم کے غم اور لجاجت کا اعتبار بھی اس میں ہے۔ کہ وہ سرکشی اور نافرمانی سے باز آجاتے ہیں۔ یوں بھگیں کہ پہلے درجات اس متابعت کے اجزاء تھے۔ اور درجہ ان کے لحاظ سے عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس مقام میں پہنچ کر تالیق اپنے مقبوع سے اس طرح کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ گویا پیروی (تبعیت) کا نام درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اور تابع اور مقبوع کا امتیاز دور ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تابع اپنے مقبوع کی طرح جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے۔ وہ اصل سے ہر اور نسبت حاصل کرتا ہے۔ گویا دونوں ایک ہی چیز سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک ہی پہلو کی آغوش میں ہیں۔ اور دونوں ایک ہی بستر میں ہیں۔ اور دونوں شیر و شکر کی طرح ملے جڑے ہوئے ہیں۔ تابع کہاں ہے۔ اور مقبوع کون ہے اور تبعیت کیسی ہے؟ اتنا نسبت میں تقابیر نسبت کی کوئی گنہگار نہیں ہے۔

عجب معاملہ ہے۔ کہ اس مقام میں جتنا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ تبعیت کی نسبت بالکل معلوم نہیں ہوتی۔ اور تابعیت اور مقبوعیت کا کوئی امتیاز نظر نہیں آتا۔ بس اتنا ہے۔ کہ تابع اپنے آپ کو طفیل سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو مٹی کے کمالات کا وارث جانتا ہے۔ (علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام) یہ تو یقینی بات ہے۔ کہ تابع اور طفیل اور وارث اور ہر چند کہ یہ سب بظاہر تابع کی قطار میں نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے۔ کہ تابع میں

قبضہ کی حیثیت رکھتا ہوتا ہے۔ اور طہیض اور وراثت کے لئے قبضہ کا حاصل ہونا دو کار نہیں ہے۔ تابع اپنے قبضہ کا بیچا کھپا گدنا کھاتا ہے۔ اور طہیض یعنی طور پر ساتھ بیچ کر کھانے والا ہے۔
فہم مختصر یہ کہ جو دولت بھی آتی ہے۔ وہ اصل میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تسلیت کے لئے آئی ہے۔ اور اسکی
کی متادقتی اس میں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طہیض اس دولت سے مستفید ہوں۔ اور ان کا پاس
خود و متادول فرمائیں۔

۱۔ در قافلہ کہ دولت دائم نرسم

۲۔ میں کہ رسد زود و باگ جرم

کامل قبضہ وہ شخص ہے۔ جو ان مدت درجات میں پوری طرح متابعت سے گزرا ہو۔ اور جو بعض درجات میں تو متابعت نہ رکھتا ہو۔ اور بعض میں متابعت نہ رکھتا ہو۔ وہ منجملہ تابعین میں سے ہے۔ گویا ان کے درجات الگ الگ ہیں۔ علماء ہر پہلے درجہ میں ہی خوش ہیں۔ کاش کہ وہ اس درجہ کو ہی اپنی طرح سرانجام دیتے۔ ان لوگوں نے صورت شریعت کی صورت میں ہی متابعت کو منحصر کر رکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے امور کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اور صوفیہ کے طریقہ کو جو کہ درجات متابعت کے حصول کا وسیلہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر متقدم اور پیروانے ہدایت اور ہدایت کے اور کسی کو نہیں سمجھتے۔

۳۔ چوں کہ گرسے کہ در گئے نہاں است

۴۔ زمین و آسمان او ہمیں است

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تابعین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و البرکۃ و التقیہ کی پیروی و متابعت میں پوری طرح ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے دوسرے پیروانوں انبیاء کرام اور ملائکہ عظام اور ان کے تمام تابعین و پیروان پر فیض نیک اپنی رحمتیں اور سلامتی اور برکات نازل فرمائے۔ آمین۔

۱۔ جس قافلہ میں وہ ہے۔ میں جاتا ہوں۔ مگر میں اس میں نہیں پہنچتا۔ سکتا ہوں کہ اتنا کافی ہے کہ وہ سے مجھے گمشدگی کی آواز

آتی ہے۔

۲۔ ہادیہ شیخ الاسلام برادران الدین علی بن ابی بکر مرقدہ تعالیٰ صغی متوفی ۹۹۹ھ کی مشہور و مستند تصنیف ہے۔ ۱۳

۳۔ یعنی فرائد اسلام البرصن علی بن محمد بن حسین جملہ ۱۴

۴۔ اس کیسے کی طرح جو کہ تحریر میں پوشیدہ ہے۔ اس کا آسمان اور زمین خود ہی چھو ہے۔ ۱۵

مکتوب نمبر ۵۵

عالی درجات مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد مصدوم کی طرف صلا و آویز۔

اس بیان میں کو قرآن مجید شریعت کے تمام احکام کا جامع ہے۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور صوفیائے کرام کی مدح اور اس بات کے بیان ہیں کہ تقویٰ کا واسطہ مدار شریعت پر ہے۔ اور اس بیان میں کہ الہامی احکام ہر وقت ثابت ہیں۔ اس سے مناسب امور کے بیان ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَكَّلَنِي وَتَوَلَّى عِبَادَةَ الَّذِينَ اصْطَلَقُوا

قرآن مجید تمام احکام شریعہ کا جامع ہے۔ بلکہ تمام پہلی شریعتوں کا بھی جامع ہے۔ ان اتنی بات ہے کہ اس شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں جو عبارتہً انفس اور اشارۃً انفس اور لائۃً انفس اور اقتضائۃً انفس سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اہل سنت میں سے عوام اور خواص ان کو سمجھنے میں برابر ہیں۔ اور احکام کی دوسری قسم وہ ہے جو کما ہوتا اور مبتدیانہ کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان احکام کا سمجھنا اگر مجتہدین کے ساتھ خاص ہے۔ بقول آہوراس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور آپ کی امت کے تمام مجتہد سب شامل ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کوئی کا نہ تھا۔ اجتہادی احکام خطا اور ثواب میں متوازن تھے۔ بلکہ یقینی وہی سے خطا کرنے والے کی غلطی اور درست اجتہاد کرنے والے کی درست بالکل الگ الگ ہو جاتی تھی۔ اور حق اور باطل آپس میں ملے جلتے نہ جلتے تھے۔ کیونکہ غلطی پر ثابت اور برقرار کھانی کے لیے جائز نہیں ہے۔ یہ خلاف ان احکام اجتہادیکہ جو کوئی کے زمانہ کے بعد اجتہاد کو بطریق استنباط حاصل ہوسکتا ہے۔ ان میں خطا اور ثواب دونوں کا احتمال ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اجتہادی احکام جو کوئی کے زمانہ میں ثابت ہو چکے ہیں۔ وہ موجب یقین ہیں۔ اور عمل اور افتاء کے اثبات کے لئے مفید ہیں۔ اور جو وحی کے زمانہ کے بعد ثابت ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ موجب ظن ہیں۔ عمل کے لئے تو مفید ہیں۔ لیکن افتاء کے اثبات میں ناکافی ہیں۔

اور قرآن مجید کے احکام کی تیسری قسم وہ ہے کہ انسانی طاقت ان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ جب تک خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی طرف سے ان کی اطلاع نہ ہو۔ ان احکام کو نہیں سمجھا جاسکتا اور اس اطلاع کا حصول بغیر علیہ و علی اکرا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور بغیر کعبہ غلاوہ اور کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی

یہ احکام اگرچہ قرآن مجید سے ماخوذ ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا اظہار مبنی علیہ و علیٰ آئمہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ تو مجتہدان کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اظہار سنت کی طرف سے ہونے پر اسی طرح بھیجے کہ احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مظہر قیاس ہے۔ پس سنت اور قیاس دونوں مظہر احکام ہیں۔ اگرچہ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ مگر ان میں سے ایک (قیاس) کا احتمال تو رائے پر ہے جس میں غلطی کا امکان ہے۔ اور دوسرے سنت کو خدا تعالیٰ کی اطلاع کی تائید حاصل ہے جس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ علاوہ آخری قسم اصل (قرآن مجید) کے ساتھ کمال مشابہت رکھتی ہے۔ گویا کہ احکام کی مثبت رہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام احکام کی مثبت وہی کتاب عزیز (قرآن مجید) ہے۔

جان لینا چاہیے کہ اجتہادی احکام میں امتی کا بغیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ وہ بغیر امتی اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچ چکا ہو۔ اور وہ احکام جو کہ عبادت النفس اور اشارۃ النفس اور ولایۃ النفس سے ثابت ہوں۔ اور اسی طرح وہ جو سنت سے ثابت ہوں۔ ان میں کسی کو مخالفت کی مجال نہیں ہے۔ بلکہ تمام امت پر ان کی اتباع لازم ہے۔ پس امت کے مجتہدین کے لئے اجتہادی احکام میں بغیر امتی کے رائے کی متابعت لازم نہیں ہے۔ بلکہ اس مقام پر دست بردار ہے۔ کہ مجتہد اپنی رائے پر عمل کرے۔

اس جگہ ایک باریک نگاہ ہے۔ جان لینا چاہیے کہ وہ بغیر جو اولو العزم یعنی نبی کی شریعت کے تابع ہیں۔ ان پر امتی اجتہاد کی اتباع لازم ہے۔ جو کہ ان کی کتابوں اور صحیفوں سے بطریق عبارت و اشارۃ و ولایۃ آئیں ثابت ہوں۔ مذکورہ احکام جو ان کے اجتہاد اور سنت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اجتہادی احکام میں جب ایک امتی مجتہد کو علیہ بغیر سے اجتہاد میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ تو متابع بغیر پر ان احکام کی اتباع کیسے لازم ہو سکتی ہے۔ اور وہ احکام جو سنت سے ثابت ہوئے ہوں۔ ان میں جس طرح بغیر جو اولو العزم کو اخلاص خداوندی ہوتی ہے۔ اسی طرح غیر اولو العزم پر بھی ہوتی ہے۔ پھر متابعت کیسی؟ بلکہ متابعت کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ہر وقت اور ہر گروہ کے اندازہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے الگ الگ احکام نازل ہوتے ہیں۔ کبھی حالت مناسب ہوتی ہے۔ تو کسی وقت حومت۔ اور یہ عمل و حرمت دونوں ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ صیغہ سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ جیسے کہ دو مجتہد ایک ہی مائذ سے دو مختلف حکم اخذ کرتے ہیں۔ ایک اسی عبادت سے حلق بچھتا ہے۔ اور دوسرا حرمت سوال۔ اس اختلاف کی اجتہاد میں تو گنجائش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا دار مدار قیاس و رائے پر ہے۔ جس میں غلط اندیش دونوں کا احتمال ہے۔ لیکن یہ صورت خداوند تعالیٰ کے احکام (اطلاع) میں گنجائش نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ وہاں غلط اور درست میں فرق و جائز و نہیں ہے۔ بلکہ حق جل و علا کے نزدیک تو یقینی طور پر ایک ہی حکم ہے۔ اگر حلال ہے تو حرام کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو حلال کی مجال نہیں ہے۔

جملہ اسب ہو سکتا ہے۔ کہ ایک قوم کی نسبت وہی چیز حلال ہو۔ اور دوسری قوم کے لئے وہ حرام ہو۔ پس خداوند تعالیٰ کا حکم ایک ہی واقعہ میں متعدد ہو سکتا ہے۔ جب قریب الگ الگ ہوں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہل ختم ارسل کی امت میں یہ صورت درست نہیں ہے۔ کیونکہ تمام لوگ ایک ہی شریعت کے احکام کے محکوم ہیں۔ لہذا ایک ہی واقعہ میں خداوند تعالیٰ کے دو حکم مختلف نہیں ہوں گے۔

سوال :- پیغمبر اولوالعزم ایک چیز کی حالت کا حکم کرتا ہے۔ اور پیغمبر متاخر اسی چیز کو حرام ٹھہراتا ہے۔ تو لازم آئے گا کہ حکم ثانی حکم اول کا نسخ ہو۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو مشروع کرنا پیغمبر اولوالعزم کے ساتھ خاص ہے۔ اور پیغمبر ناسخ نہیں ہو سکتا۔

جواب :- جو نسخ اس صورت میں لازم آئے گا۔ کہ حکم ثانی تمام لوگوں کے لئے عام ہو۔ تاکہ اس حکم کو رفع کرے جو ایک گروہ کی نسبت دیا گیا تھا۔ اور میں حکم ثانی عام نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک گروہ کی نسبت اس کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کا پہلے حکم کے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ ایک ہی واقعہ میں ایک مجتہد صحت کا فتویٰ دیتا ہے۔ اور اسی واقعہ میں دوسرا مجتہد حرمت کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور ان میں تسبیح نہیں ہوتا۔

ہاں یہ تو صحیح ہے۔ کہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کہ اس جگہ انسانی رائے ہے۔ اور اس جگہ خداوندی مطلق رائے میں متعدد حکم کی گنجائش ہے۔ اور اعلام میں گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن تعدد اقوام سے اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس پہلی شریعتوں میں جو ان حکام میں جو کہ پیغمبر ان اولوالعزم کی کتابوں اور مصحفوں سے ملحوظ نہ معلوم ہوتے ہیں۔ پیغمبر ان متابع کو بھی ان میں مخالفت کی مجال نہیں ہے۔ اور ان احکام میں بھی جو سب لوگوں کے لئے وارد ہوتے ہیں۔ ہم متاخر پیغمبر جس قوم کو نبی وہ تبلیغ کرے گا۔ ان احکام کے خلاف تبلیغ نہ کرے گا۔ اگر حلال ہے۔ تو سب کے لئے حلال ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو سب کے لئے حرام ہے۔ اس وقت تک کہ کوئی اولوالعزم پیغمبر نہ آئے اور اس حکم کو اٹھا دے۔ اس وقت نسخ مقصور ہوگا۔

پس نسخ ان احکام میں ہوتا ہے۔ جو کہ حسب لغت صحیفہ منزل سے ثابت ہوں۔ اور وہ احکام جو اجتہاد اور امتناع سے ثابت ہوں۔ اور سنت اور اجتہاد کی طرف منسوب ہوں۔ ان میں نسخ نہیں ہوتا۔ کہ ایسے احکام بعض لوگوں کیلئے ہوتے ہیں۔ اور بعض اس سے مشتق ہوتے ہیں۔ پس ایک پیغمبر کا اجتہاد اور اس کی سنت دوسرے پیغمبر کے اجتہاد اور سنت کی ناسخ نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ کسی دوسری قوم کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ کسی اور قوم کے لئے نہیں۔ ہاں اگر یہ اختلاف سب لوگوں کے لئے یا کسی ایک ہی قوم کیلئے ہو تو اس صورت میں واقعی نسخ ہوگا جیسا کہ اس شریعت میں ہے۔ جو کہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ حکم ثانی حکم اول کے لئے ناسخ ہوگا۔ پس ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی پہلی سنت ان کی پہلی سنت کی ناسخ ہوگی۔

اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ بعد زوال اس شریعت کی اتباع کریں گے۔ اُنکی ضرورت علیہ و
علیہ السلام کی سنت کی اتباع ہی کریں گے۔ کہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ جو منکنا ہے کہ علماء علوہ
حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجتہادات کی اپنے مآخذ کے کمال اور دقیق ہونے کی وجہ سے مخالفت کریں
اور ان کو کتاب و سنت کے خلاف سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال امام اعظم ابو حنیفہ کو فی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح
ہے۔ کہ پیر نگاری اور تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط کے خیانت بلند درجہ پر
پہنچ چکے ہیں کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ اور وقت معافی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب
و سنت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحاب الراءتے کہتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان کے
علم اور ولایت کی حقیقت اور ان کے فہم پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اشاروں سے ان کی فحاشیت کی وقت کو معلوم کیا۔ اور کہا تمام فقہاء ابو حنیفہ کے شاگرد
ہیں۔ انوس ان قاصر نظروں کی جماعت پر کہ اپنے قصود کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

عہ قاصر سے گر کنند ایں قافلہ را طعن قصور
حاشش لفظ کہ بر کرم زبان ازل نگہ را
کہ ہم شیریں جہاں بستہ آیں سلسلہ اند
وہ از سید چساں بگسلد ایں سلسلہ را

سلسلہ میں متعدد حضرات کم فہم کہ بنا پر آنے و ن کسی دیکھی اندر میں مسلک حنفی پر احادیث و تنقید کرتے رہتے ہیں۔ اور اس گروہ کے تشدد
سلسلہ دینی کے ساتھ تقلید انکار اور اجتہاد مسالہ کو بدعت سمجھتے اور بدعت فحاشیت قرار دیتے ہیں۔

حضرت امام بیان رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب میں نہایت جامع الاملا میں مسلک حنفی کی تعصیب و تائید کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی
مکتوب میں آپ نے اپنے حنفی اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور تائید و معترضین کی پوری
پوری خبر لی ہے۔ حضرت شیخ محمد رفیع رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کا قلم درج ذیل ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر پیر نگاری، تقویٰ اور متابعت سنت کی برکت سے اجتہاد و استنباط کے نہایت حد پر وقار
ہے۔ لوگ آپ کی بلند شان سمجھنے سے قاصر ہیں۔

تائید و معترضین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اور آپ کی اجتہادی اور فقهی کوششوں پر اس وجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ لوگ
اپنی کم علمی کے باعث آپ کے دقیق اصول اجتہاد اور استنباط کو سمجھ سکے۔ اسی کو کسی کے باعث آپ کے اجتہادات کو کتاب و
سنت کے خلاف اور آپ اور آپ کے شاگرد اور ساتھیوں کو اپنی بدعت کی پیروی کرنے والے قرار دیتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و شان کے اس قدر معترف ہیں۔ مگر تمام فقہاء کو آپ کا خیال سمجھتے ہیں
کہ انظر معترضین پر انوس کی اطمیناننا قصور نظر نہیں آتا۔ بلا سوچے سمجھے اعتراض کرتے ہیں۔ (ماہنامہ صوفیہ)

۴ حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت میں صلی کے ایسے لئے آسمان سے نازل ہو کر زمین پر تشریف لائیں گے۔
تو شری فیصلے قدر حق کے مطابق کریں گے یعنی خدا تعالیٰ کا ایک جعلی اقتدار ہی یہی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد و استدلال
کی صداقت پر ہر تصدیق و توثیق ثابت کرے گا۔

۵ ارباب کشف کے مشاہدہ میں بھی یوں آتا ہے کہ حنفی مذہب کی نوریت و عبادت علیہ السلام عظیم کی حیرت ہے۔ باقی مذاہب اس کے
سامنے عرض اور پھوٹی چھوٹی خبروں کی طرح ہیں۔

۶ ظاہر دیکھنے میں بھی جی نظر آتا ہے کہ کمال اسلام کی اکثریت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیروی ہے۔ اللہ یہ بات
بھی اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

۷ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع سنت و اہل سنت کے حدیث کا یہ عالم ہے کہ آپ مرسل احادیث کی پیروی بھی مسند
احادیث کی طرح کرتے ہیں۔ اور صحابی کی لئے کو بھی اپنی رائے سے مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کا یہ مسلک نہیں۔

۸ انوس کس قدر احتیاط کے باوجود یہ اختلاف لوگ آپ کو اپنی رائے کا سپرد کر دیتے ہیں۔ اور آپ کی شان میں بے ادبیا
کر رہے ہیں۔

۹ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے کہ اہل اسلام کے نامور امام کی دل کاری نہ کریں۔ سواد اعظم گروہ اہلسنت کو کوہ نہ
ہیں۔ یہ منافقین خدا تعالیٰ کے نور کو اپنی پیروگوئی سے بچنا چاہتے ہیں۔ لیکن اپنے اس فاسد راہ سے ہیں اللہ اولیٰ تائیدات
کا بیاب نہیں ہوں گے۔

۱۰ منافقین اگر دل سے اس بات کے قابل ہیں کہ حنفی فقہ پر جیسے واسطے کتاب و سنت کے مقابلے ہیں اپنے امام کی رائے کے
ہیں۔ تو پورا علویہ طور پر احسان کو اسلام سے خارج کر دیں۔ تنگ و ناہنج مسود۔ حال سے اچھ ہو جائے۔

۱۱ ان کو تا اندیش لوگوں نے دراصل چند احادیث یاد کر رکھی ہیں۔ احکام ہی کو صرف انہیں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اپنی اعتقاد
کے واسطہ دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔

۱۲ ہزار انوس ان کے خشک تعصب اور دوسرے نظریہ

مجھے امید ہے کہ حاشیہ کی صورت میں یہ آگاہیہ خلاصہ مزید تاریخی زبان و بیان کا ذکر دے گا۔ اور ممکن ہے کہ مزید مفصل
خبریں ہیں۔ جو برصفت مزاج ہیں۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ جرات عطا کرے کہ وہ بھی سواد اعظم کے بارے کو اختیار
کریں۔ اور تعصب اور کچھ دوسری باتیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت و درستگی کی توفیق دے گا۔ محمد سعید احمد قادری

۱۳ اگر کوئی گونا گونا فقہ اس قدر پر قفس کا غور کرتا ہے۔ تو خدا پاک ہے۔ کہ میں زبان پر اس کا ذکر لافوں۔

۱۴ تمام دنیا کے شیر اس سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ نہ مڑی میدان سے اس رنج کو کیسے توڑ سکتی ہے۔

اور اسی مناسبت سے جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رکھتے ہیں، ہو سکتا ہے، کہ خواجہ محمد پارسی کے عقول میں یہ لکھا ہو، کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔ یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے مطابق ہوگا، نیز کہ وہ اس مذہب کی تقلید کریں گے۔ کہ ان کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ کہ وہ علمائے امت کی تقلید کریں۔

بلکہ مقصد و تکلف یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس مذہب کی نورانیت کشفی طور پر دیا ہے، عظیم کی طرح نظر آتی ہے۔ اور باقی دوسرے تمام مذہب اس کے مقابل بعض اور چھوٹی چیزوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اور ظاہر میں ہی جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اہل اسلام کی اکثریت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیروی ہے۔ اور یہ مذہب کثرت متبعین کے ہاب اور اصل اور فروع میں دوسرے تمام مذاہب سے متمیز ہے۔ اور استنباط میں اپنا ایک الگ طریقہ رکھتا ہے۔ اور یہ بات اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

طریب معاملہ ہے، کہ امام ابوحنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور مرسل احادیث کی پیروی میں مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح صحابی کے قول کو بھی غیر البشر علیہ وسلم الصلوٰۃ والتسلیمات کی صحبت کی وجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور دوسروں کا یہ مسلک نہیں ہے اس کے باوجود چنانچہ ان کو اصحاب الرائے کہتے ہیں۔ اور ان کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرتے ہیں۔ جن سے سوا ابی ظاہر ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ سب ان کے کمال علم اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی کثرت کے بھی معجزات ہیں۔ جتنی سبابت و تعلل ان کو توفیق دے۔ کہ وہ دین کے سوا اور اہل اسلام کے رئیس کی مثل کماری نہ کریں۔ اور اسلام کے سوا اور عقلم کو ایذا نہ پہنچائیں۔ یہ لوگ خدا کے نور کو اپنی آنکھوں سے بھجانا چاہتے ہیں۔

وہ لوگ جو اکابر دین کو اصحاب الرائے کہتے ہیں۔ انگریز عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی رائے سے حکم کرنے لگے تھے اور کتاب و سنت کی متابعت نہیں کرتے تھے، احساس مسرت میں وہ اپنے گمان فاسد کی بنا پر اہل اسلام کے سوا اعظم کو گمراہ اور بدعتی کہتے ہیں۔ بلکہ اپنے خیال میں ان کو اہل اسلام کی جماعت سے خارج قرار دیتے ہیں۔ تو یہ عقیدہ یا تو وہ جاہل رکھنا ہوگا۔ جو خود اپنی جماعت سے بلے خبر ہے۔ یا وہ بے دین آدمی ہیں کا مقصد لغت دین کو باطل کرنا ہے۔ چند ایک ناقص لوگوں نے چند احادیث یاد کر رکھی ہیں۔ اور اسلام دین کو انہی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اور اپنے عقیدہ کے سوا دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔ اور جو ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ اس کا انکار کرتے ہیں۔

نہ چوں آں کرے کہ در سنگے نہان است زمین و آسمان اور ہر است
نہر افشوس ان کے خشک آغصہ اور ان کی نظر فاسد پر کہ فقہ کے ہاں ابوحنیفہ ہیں۔ اور لوگوں نے فقہ کا تین چوتھا حصہ ان کے لئے مسلم رکھا ہے۔ اور صرف باقی چوتھا حصہ دوسرے فقہاء ان کے شریک ہیں۔ اور فقہ میں

صاحب خانہ وہ ہے۔ اور دوسرے سب اس کے مخالف ہیں۔ باوجودیکہ میں مذہب شافعی کا پابند ہوں، لیکن مجھے امام شافعی سے گویا فانی محبت ہے۔ ان کو بڑگ سمجھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نقلی اعمال میں میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ کہ دوسرے فقہاء کو میں باوجود بے انتہا علم اور کمال تفکر سے کہ امام ابوحنیفہ کے مقابل میں ان کی طرف تریکت ہوں۔ اور حقیقت معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اوپر گزر چکا ہے کہ اجتہاد میں احکام میں اختلاف کیا اگرچہ وہ اختلاف پیغمبر ہی سے صادر کیوں نہ ہو۔ نسخ کو مستلزم نہیں ہے۔ برخلات اس اختلاف کے جو کتاب و سنت کے احکام میں ہو۔ کہ وہ موجب نسخ ہے۔ جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ احکام شریعت کے اثبات میں اصل پر کتاب و سنت ہے۔ اور اجتہادین کا قیاس اور امت کا اجماع بھی احکام کا ثبوت ہے۔ ان چار شرعی دلائل کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شریعت کی ثبوت نہیں ہو سکتی۔ امام ملت و رعیت کا ثبوت نہیں ہے۔ اور اہل باطن کا کشف و رؤی و سنت کا اثبات نہیں کر سکتا۔ ولایت خاصہ کے مالک اور عام موئن مجتہدین کی تقلید میں برتاؤ ہے۔ اور کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی۔ اور وہ تقلید کی تاخیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ فدا النون صری اور بایزید بسطامی اور حنفیہ بغدادی اور شافعی احکام اجتہاد میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں لید۔ باوجودیکہ ان مخالفہ کے ساتھ جو کہ عام موئن ہیں سے ہیں۔ برابر ہیں۔

ہاں ان بزرگواروں کی فضیلت اور اموریں ہیں۔ یہ لوگ اصحاب کشف و مشاہدہ ہیں۔ اور یہی لوگ تجدید و طہارت کے مالک ہیں۔ جو کہ بموجب حقیقی جل سلطان کی محبت کے غلبہ میں اس کے ماسوائے تعلق توڑے ہوئے ہیں۔ اور غیرہ غیرت کو دیکھنے اور سمجھنے سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اگر یہ کچھ حاصل رکھتے ہیں۔ تو وہی ان کا حاصل ہے۔ اور اگر حاصل ہیں۔ تو اسی سے حاصل ہیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا میں نہیں ہیں۔ اور باخود ہوتے ہوئے بھی بے خود ہیں۔ اگر یہ زندہ ہیں۔ تو اسی کے لئے زندہ ہیں۔ اور اگر یہ مرتے ہیں۔ تو اسی کے لئے مرتے ہیں۔ ان کے ہمدی غلبہ محبت کے ذریعہ سے مطلوب کو دنیا کے ہر ایک ذرہ کے آئینہ میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ہر ذرہ کو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفاتی تمام کمالات کا جامع سمجھتے ہیں۔ اور ان کے منتہیوں کا کیا نشان دیا جائے۔ کہ وہ بے نشان ہیں۔ ان کی ہر ہر بات ماسوا کو فراموش کرنا ہے۔ اور ان کے دوسرے قدم کو کیا بیان کیا جائے۔ کیونکہ وہ کائنات انفس سے باہر ہے۔ الہام میں کوہستے ہیں۔ اور کلام ان سے ہوتا ہے۔ اگر حقیقت میں یہی لوگ ہیں۔ یہ علوم اور اسرار و واسطہ اصل سے اعتدال کرتے ہیں۔ اور مجتہدین کی طرح کہ وہ اپنی رائے اور اجتہاد کے پابند نہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بھی معارف و مواجید میں اپنے الہام سے فراست کے تابع ہیں۔

حضرت خواجہ محمد پارا قدس سرہ نے لکھا ہے۔ کہ علوم لدنی کے فیض دینے میں حضرت خضر کی روحانیت و شوق

ہے۔ علی نبیہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والسلام۔ ظاہر ایہ بات ابتدا اور توسط کی نسبت معلوم ہوتی ہے اور ختمی کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔ جیسے کہ معرفت کثرت اس کی شہادت دیتا ہے۔ اور اس کی تخصیص کا موجد حضرت ریشہ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قول ہے۔ کہ ایک روز وہ منبر پر بیٹھ کر علوم اور معارف بیان کر رہے تھے کہ اس شانیں حضرت خضر کا گریہ ہوا۔ تو ریشہ نے فرمایا: اے اسرائیلی! اگلام ممدی سن۔ ریشہ کی اس عبادت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خضر ممدی نہیں ہیں۔ بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں۔ اور جب ایسا ہو تو محمدیوں کو ان سے کیا واسطہ؟ پس معلوم ہوا۔ کہ علوم اور معارف احکام شریعہ کے علاوہ اور چیزیں ہیں جن کے ساتھ اہل اللہ مخصوص ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ وہ معارف انہی احکام کا نتیجہ اور ثمر ہیں۔ اور درخت لگانے کا مقصد انہی ثمرات کا حصول ہے۔ لیکن جب ٹک درخت قائم ہے۔ ثمرات کی توقع ہے۔ اور جب اصل درخت میں خلل واقع ہوگا۔ تو فصل ختم ہو جائیں گے۔ یہ وقت ہے۔ وہ آدمی جو درخت کو تو کاٹے۔ اور پھلوں کی توقع رکھے۔ جس قدر درخت کی اچھی طرح پرورش کریں گے۔ اتنا ہی وہ فصل زیادہ دے گا۔ اور فصل اگرچہ مقصور ہے۔ لیکن پھر بھی وہ درخت کی فریاد ہے۔ شریعت کی پابندی کرنے والے اور شریعت میں استقامت کرنے والے کی یہی مثال سمجھ لیں۔ جو شریعت کی پابندی کرتا ہے۔ وہ صاحب معرفت ہے۔ جتنی پابندی زیادہ کرے گا۔ اتنی ہی معرفت زیادہ ہوگی۔ اور جیوستی کہنے والا ہے۔ وہ معرفت سے بے نصیب ہے۔ اور اگر بالفرض وہ اپنے فاسد گمان کی بنا پر کچھ رکھتا ہے۔ تو وہ استدراج ہے۔ کہ وہ اس میں برہمی ہی اس میں ترکیب ہیں۔ چودہ حقیقتیں جو شریعت کو رد کر دے۔ وہ بیدینی اور السجاد ہے۔

پس جائز ہے۔ کہ نواس اہل اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے افعال اور ذات و صفات کے معارف میں ایضاً اہل اللہ کا حق معلوم کریں۔ کہ نظام شریعت ان معارف سے خاموش ہو۔ اور حرکات و سکنات میں خداوند تعالیٰ کا اذن یا عدم اذن معلوم کریں۔ اور خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم کو جان لیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات میں بعض نقلی عبادتوں کا ادا کرنا نہ پابندی میں جانتے ہیں۔ اور ان کو ان کے چھوڑ دینے کا حکم ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ سونے کو جاگنے سے بہتہ سمجھتے ہیں۔ احکام شریعیہ و اقلات پر مقرر ہیں۔ اور احکام الہامیہ بروقت ثابت ہیں۔ اور چونکہ ان کا اظہار کی حرکات و سکنات خدا تعالیٰ کے اذن سے وابستہ ہیں۔ تو لازماً دوسروں کے فوائد ان کے فرائض ہیں۔ مثلاً ایک کام ایک آدمی کی نسبت شریعت کا نقلی حکم ہے۔ اور وہی فعل کسی دوسرے کے لئے بطور الہام فرض ہے۔

پس دوسرے کبھی فوائد ادا کرتے ہیں۔ اور کبھی احمدیہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار چکر کام کو خدا تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے کرتے ہیں۔ تو وہ سب ان کے لئے فرض ہوتے ہیں۔ دوسروں کے عبادت اور مستحب ان کے فرائض ہیں۔ اس لحاظ سے ان بزرگوں کی بلند مقام مرتبہ معلوم کرنا چاہیے۔ علماء اہل امور دین میں غیبی انبیا کو معرفت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کی ان اخبار میں شرکت

جائز نہیں سمجھتے۔ اور یہ بات مداشت کے منافی ہے۔ اور بہت سے علوم اور معارف صمیمہ کی نفی ہے۔ جو کہ دین میں
کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں شرعی احکام اور اربعہ سے وابستہ ہیں۔ کہ الہام کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے۔
لیکن امور دنیویہ احکام شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں۔ کہ جن میں پانچواں اصل الہام ہے۔ بلکہ
بنا چاہیے۔ کہ تیسرا اصل الہام ہے۔ کتاب و سنت کے بعد یہ اصل قیامت تک قائم ہے۔ پس دوسروں کو ان بزرگوں
سے کیا نسبت؟ بہت وقار ایسا ہوتا ہے۔ کہ دوسرے لوگ بعض اوقات میں عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ عبادت ناپسند
ہوتی ہے۔ اور یہ بزرگوارہ عرض حالات میں عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ اور وہ چھوڑ دینا پسندیدہ ہوتا ہے۔ تو حق جل و علا
کے نزدیک ان کا ترک دوسروں کے فعل سے بہتر ہے۔ اور عوام اس کے برخلاف حکم کرتے ہیں۔ اس کو عابد سمجھتے
ہیں۔ اور اس کو مکار اور فحشی۔

سوالی۔ جب دین کتاب و سنت سے مکمل ہو چکا۔ تو مکمل ہونے کے بعد الہام کی کیا ضرورت پڑی۔ اور کیا نقصان
ہو گیا تھا۔ جو کہ الہام سے پورا ہوا۔

جواب۔ الہام دین کے منفی کمالات کا مظہر ہے۔ نہ کہ کمالات زادہ کا ثبوت۔ جیسا کہ اجتہاد احکام کا مظہر ہے
اسی طرح الہام دقائق و اسرار کا مظہر ہے۔ کہ اکثر لوگوں کا فہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہر چند کہ اجتہاد و الہام میں
فرق واضح ہے۔ کہ اس کا دار مدار اسے پر ہے۔ اور اس کا دار مدار خداوند تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ پس الہام میں
ایک قسم کی اصیبت پیدا ہو گئی۔ جو اجتہاد میں نہیں تھی۔ الہام کی مثال بنی کی مثال کی طرح ہے۔ جو کہ سنت کا ہدف
ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ اگرچہ الہام نفی ہے۔ اور علام قطعی۔ اسے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت
عنایت فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ اور اسلام اس پر ہو۔ جو ہدایت کی پیروی کرے۔

مکتوب نمبر ۵۶

مولانا عبدالقادر انصاری کی طرف سے صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ عبادت کا معاملہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں

نیکی کا حکم جیسا کہ کبر لیتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ حدیث کا

معاہدات سجادہ و تقدس کی ملکیت اور اس کے حبیب علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیل اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکیاں سمجھ جاتی ہیں۔ اور دوسروں کے رذائل ان کے لئے اوصاف حمیدہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ریا اور شتم جو کہ برائیوں سے ہیں۔ اور اوصاف رذائل میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کے حق میں وہ حسن پیدا کرتے ہیں۔ اور عسکر کا حکم اختیار کرتے ہیں۔

اس لئے کہ درویش ہر قسم کی عظمت و کبریائی کو اپنے آپ سے منسوب کر کے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کے سن و جمال اور خیر و گماں کو اپنے آپ سے دور کر کے خدا تعالیٰ کی طرف مخصوص کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو سوائے برائی اور نقص کے اور کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ اور اپنے اندر ذلت و افتقار اور کمزوری کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ اور اگر بالفرض عظمت اور کبریائی کے افراد میں سے کوئی فرد بظاہر ان کی طرف متوجہ ہو تو وہ اس کو اپنے لئے زینہ یا ستارے کے راہ سے اوپر کی طرف چڑھتا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس ذات پاک تک پہنچ جائے گا۔ جو عظمت و کبریائی کے لائق ہے۔ اور حسن و جمال اور خیر و گماں کا بھی یہی حال ہے۔ کہ انہیں سے اس کا حصہ صرف زینہ بننے کا ہے۔ باقی امانتیں امانتوں کے مالکوں کی طرف راجع ہیں۔

پس ریا اور عمدہ کی صورت میں اس کا مقصد دلانی شہرت و فخر اور رفعت و عظمت نہیں ہے۔ بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نعمت کا اظہار اور اس کے احسان کی اطلاع ہے جو کہ اس کی نسبت واقع ہوا ہے۔ پس اس صورت میں ریا اور عمدہ عین حمد و شکر حق سبحانہ و تعالیٰ ہے جو کہ گلابِ دروہ رذالت سے لکھ کر عمدہ میں شامل ہو گئے اور اسی پر تمام صفات کو قیاس کر لیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۵

ملاعاتی نائب کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جو جلا و علو کا ذکر حضرت البشیر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے سے بہتر ہے لیکن وہ ذکر جو کہ قبولیت کے لائق ہو۔ یا وہ ذکر جو طالب اپنے شیخ مقلد اسے حاصل کرے۔ اور اس کے مفادات

کچھ حد تک اس حد تک کہ حضرت البشیر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے میں مشغول رہا اور میں بھی ایک قسم

کے دعوہ پر چاکرنا تھا۔ اور دنیوی فرائض اور نتائج اس پر مرتب ہونے محسوس کرتا۔ اور کچھ ولایت خاصہ محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام والحقیر کے قوانین اور اسرار کلمتے معلوم ہوتے۔ جب کچھ مدت اس عمل پر گزر گئی۔ تو اتفاقاً اس التزام میں سکتے پیدا ہونے لگی۔ اس میں شغول ہونے کی توفیق نازل ہو گئی۔ اور وقتی دعوہ پر ایمانی نماز میں اگر معاملہ رک گیا۔ اس وقت مجھے یہ پسند آتا۔ کہ تسبیح اور تقدیس اور جہلیل کا شغل اختیار کروں۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ اس معاملہ میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی۔ دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے۔

آخر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معلوم ہوا کہ اس وقت ذکر کرنا اور دیکھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ دعوہ پڑھنے والے کے لئے علی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اور اس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک یہ ہے۔ کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ نبی کو میرے ذکر کرنے مجھ سے مانگنے سے روک دیا۔ میں اسکو سوال کرتے والوں کی نسبت یہ سن گا۔ اور دوسرا وجہ یہ ہے۔ کہ چونکہ ذکر و تنبیہ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے اخذ ہے۔ تو اس ذکر کا ثواب جس طرح فاکر کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے کوئی اچھا طریقہ یاد رکھ لیا۔ تو اس کو اپنا اجر بھی ملے گا۔ اور جو اس پر عمل کریں گے۔ ان کے برابر بھی اجر بھی ملے گا۔

اور یہی حال ہر نیک عمل کا ہے۔ جو کہ امتوں سے وجود میں آتے ہیں۔ اس عمل کا اجر میں طرح حاصل کیونچتا ہے۔ یا بغیر کو بھی پہنچتا ہے۔ جو کہ اس عمل کو مقرر کرنے والا ہے۔ عمل کرنے والے کے اجر میں سے کوئی چیز کم بھی نہیں ہوتی بلکہ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ عمل کرنے والا بغیر کی نیت سے عمل کرے۔ کیونکہ وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب عمل کر رہا ہے۔ اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ہاں اگر عمل کرنے والے سے بغیر کی نیت بھی وجود میں آئے۔ تو یہ عمل مگر نیکو کے لئے زیادتی اجر کا باعث ہو گا۔ اور یہ زیادتی بغیر کی طرف بھی عائد ہوگی۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے جس پر چاہے کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ ذکر کا اصلی مقصود اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد ہے۔ اور اجر کی طلب اس کی طلب ہے۔ اور دعوہ میں اصل مقصود مہاجت کی طلب ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ پس وہ دعوہ جو کہ ذکر کی راہ سے پیغمبر تک پہنچتے ہیں۔ وہ ان برکات سے گئی گناہ تر یا نہ ہوتے ہیں۔ جو کہ دعوہ کی راہ سے آئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔

یہ جان لینا چاہیے۔ کہ ہر ذکر کا یہ مرتبہ نہیں ہے۔ وہ ذکر جو قبولیت کے لائق ہو۔ وہ اس ہر ذکر کے لئے مخصوص ہے۔ اور جو ذکر اس طرح کا نہ ہو۔ دعوہ کو اس پر فضیلت ہے۔ اور دعوہ سے برکات کچھ پہنچنے کی زیادہ توقع ہے۔ لیکن وہ ذکر طالب اپنے ریشہ کامل مکمل سے حاصل کرے۔ اور طریقہ کی شرائط کے مطابق اس پر مداومت کرے۔ وہ دعوہ کو پہنچے

سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ یہ ذکر اس ذکر کا وسیلہ ہے۔ جب تک یہ ذکر نہ کرے گا۔ اس ذکر تک نہ پہنچ سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخِ اربعہ قدس اللہ اسرارہم بتدی کے لئے سوائے ذکر کرنے کے اور کچھ تجویز نہیں کئے اس کو صرف فرائض اور سنن کی ادائیگی کا حکم دیتے ہیں۔ اور نقلی امور سے منع کرتے ہیں۔

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ امت کا کوئی فرد بھی خواہ وہ کمالات میں کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ چکا ہو۔ اپنے پیغمبر کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام کمالات اللہ سے حاصل ہوئے ہیں۔ اس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت سے حاصل ہوئے ہیں۔ پس یہ تمام کمالات اس پیغمبر کو بھی حاصل ہیں۔ اور دوسرے پیغمبروں کے کمالات بھی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور اسی طرح وہ فرد کامل کسی پیغمبر کے بھی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس پیغمبر کی کسی نے بھی پیروی نہ کی ہو۔ اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو۔ کیونکہ یہ پیغمبر بالاصل صاحبِ دعوت ہے۔ اور تبلیغِ شریعت کا محور اور امتوں کا انکار و دعوت و تبلیغ میں کوئی تصور پیدا نہیں کرتا۔ اور یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ کوئی کامل بھی دعوت و تبلیغ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سے بندے سب سے زیادہ چار ہیں۔ جو رسول کی لگاؤ میں اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ کی لگاؤ میں رسول کو مقبول بنا دیں اور وہ دعوت دینے والے اللہ تبلیغ کرے۔ آمین

سلوک کا کل دعوت و تبلیغ اسلام کی اہمیت اہل اسلام کے ذہن سے نکل چکی ہے۔ ان امور کی طرف زیادہ توجہ مبذول کر چکی ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ فعل اور مستحب کا درجہ رکھتے ہیں۔ عوام اہل سنت کی اس بے حسی سے گراہ فرقوں کے متفقین برابر پر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور لوگوں کو اپنی چرب زبانی اور ملمع سازی سے جدا کر رہے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہاں دعوت و تبلیغ کی عظمت و فضیلت بیان کر کے واضح فرمایا ہے کہ ہر گان دین نے ہمیشہ اس پہلو پر خاص زور دیا ہے۔ اہل اللہ تھے تبلیغی مشن کے تحت دور دراز کے سفر طے کئے ہیں۔ اور طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کیں۔ موجودہ وقت کو اللہ بڑا تقاضا ہے کہ دینی احساس رکھنے والے اہل سنت اس فریضے کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ کریں۔ قرآن مجید، حدیث، تفسیر، سنیہ اور سلف صالحین کے ارشادات و دعوت و تبلیغ کی ضرورت و فضیلت سے ابھرے پرشہ ہیں ساتھ ساتھ تعالیٰ کو متفق مخلص کرے۔

آپ نے سنا ہوگا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ کل قیامت کے روز علماء کی سیاسی کوششیں۔ فی سبیل اللہ کے خون سے وزن کریں گے۔ اور اس سیاسی کا وزن شہیدوں کے خون سے بڑھ جائے گا۔ اور امتی کو یہ دولت میسر نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ان کو ملا ہے۔ وہ ظلیل اور ضمنی ہے۔ اصل بہ حال اصل ہے۔ اور فریضہ اصل سے مستنبط ہے۔ اس جگہ سے اس امت کے مبلغین اور حق کی دعوت دینے والوں کی جرگی معلوم کرنی چاہیے۔ ہر چند کہ دعوت اور تبلیغ کے مختلف مدارج ہیں۔ اور عالمی اور ملقب مختلف درجے رکھتے ہیں۔ علماء ظاہری تبلیغ سے مخصوص ہیں۔ اور صوفیہ۔ باطن کا اہتمام رکھتے ہیں۔ اور جو عالم اور صوفی ہے۔ وہ کبریتا احمر ہے۔ اور ظاہری اور باطنی دعوت و تبلیغ کے لائق ہے۔ اور بغیر ہر تالیف و اسلام کا نائب اور وارث ہے۔

بعض علماء نے اس امت کے محدثین کو جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اس امت میں سے افضل ترین تسلیم کیا ہے۔ اگر مطلقاً افضل سمجھتے ہیں۔ تو اس میں تردد ہے۔ اور اگر ظاہری تبلیغ کی نسبت کہتے ہیں۔ تو اس کی گنجائش ہے۔ مطلق فضیلت جامع تبلیغ کے لئے ہے۔ اور ظاہری تبلیغ بھی کسے۔ اور باطنی بھی۔ اور ظاہری دعوت بھی دے۔ اور باطنی بھی۔ کیونکہ مطلقاً افضل قرار دینے میں قصور ہے۔ اس نکتہ کو سمجھو۔ اور قائم میں سے نہ ہو۔ ہاں ظاہر ہر چند کہ عمدہ ہے۔ جنات کا دار و مدار اسی پر ہے۔ اور کثیر البرکت اور عموم المنفعت ہے۔ لیکن اس کا کمال باطن سے وابستہ ہے۔ بغیر باطن کے ظاہر ناقص ہے۔ اور بغیر ظاہر کے باطن بدنام ہے۔ اور جو باطن کو ظاہر سے بیچ کرے۔ وہ کبریتا احمر ہے۔ اسے ہمارے رب کا اسے نور کو چھوڑا کر۔ اور ہمیں بخش دے۔ تو یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔ اور سلام اس پر ہو۔ جو ہدایت کی پیروی کرے۔

مکتوب نمبر ۵۸

حاجہ محمد تقی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انہوں نے عالم مثال کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اور اس جماعت کا رد جو تاسخ کی قائل ہے۔ اور اس جماعت کا رد جو ردی کے منتقل ہونے کی قائل ہے۔ اور کون اور ہر دو اور ان کے

معتقدات کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ وَالْأَقْبِيَّةَ وَالْأَصْلَافَ وَالْعِلَالَ عَلَى نَسِيلِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْأَلْبَابِ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

آپ کے اس گرامی نامہ کے مطالعہ سے مشورت ہوا۔ جو آپ نے بلند فی فطرت اور حسن نشاۃ سے تحریر فرمایا تھا آپ نے لکھا ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کیے اور ایک خلقت بھی تخلیق کی ہے کہ خاتم مثل کے بعض مکافات میں جب کہیں کوہ معمر کا طواف کرنا تھا۔ ایسا ظاہر ہوا کہ میرے ساتھ ایک ایسی حالت تھی کہ وہی ہے۔ جس کو میں نہیں جانتا۔ انہوں نے طواف کے دوران یہ ربی شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے۔

فَقَدْ طَفْنَا كَمَا طَفْتُمْ بِسَيْنِنَا ۝ مَنَا الْبَيْتَ طَلَرَا أَبْنَاءُ عَيْنَا

میں نے جب یہ شعر سنا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ سب عالم مثال کے ابدال ہیں اور اس خیال کے کتبہ ہی ان میں سے ایک نے میری طرف نگاہ کی۔ اور کہا میں تمہارے آباء و اجداد میں سے ہوں۔ میں نے پوچھا۔ آپ کو کثرت ہونے کتنے سال گزر چکے ہیں۔ تو کہنے لگا۔ چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ میں نے تعجب سے کہا کہ ابو البشر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشرور پیدائش سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال تو پورے نہیں ہوئے۔ تو کہنے لگے۔ تم کس آدم کی بات کرتے ہو۔ یہ آدم تو وہ ہیں، جو اس سات ہزار سال کے وقت کی ابتدا میں پیدا ہوئے ہیں۔ تو شیخ نے فرمایا۔ اس وقت وہ حدیث نبوی علیہ ولی آلہ الصلوٰۃ والسلام چہ پہلے تحریر ہو چکی ہے۔ میرے دل میں گزری۔ جو اس قول کی تائید کرتی ہے۔

مخدوم کرم اخذ اوند تعالیٰ کی عنایت سے اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ اس مختصر پر ظاہر ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ تمام آدم جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے پہلے گزرے ہیں۔ ان سب کا وجود عالم مثال میں تھا۔ نہ کہ عالم شہادت میں موجود ہونے ہیں۔ جنہوں نے زمین میں ظلمات الہیہ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمتیں اور تیشیمات ہمارے ہی احوال ان سب پر ہوں۔

خلاصہ حکم یہ ہے کہ چونکہ یہ اکرم جہانیت کی صفت پر پیدا ہوئے ہیں۔ اور اپنی حقیقت میں بہت سے لطائف اور اوصاف رکھتے ہیں۔ یہ اپنے وجود سے پہلے لکھو خداوندی میں سلطانہ سے بہت مدت ہستے حال تک اپنے لطائف اور اوصاف میں سے کسی ایک لطیفہ یا ایک صفت سے عالم مثال میں موجود ہوتے ہیں۔ اور آدم کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اور انہی کے نام سے موسوم ہوئے ہیں۔ اور جس آدم کا انتظار تھا۔ وہ اسی آدم سے وقوع میں آیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام وراثتیں جو اس عالم مثال کے مناسب تھا۔ وہ بھی ظہور میں آیا۔ اور ظاہری اور باطنی کمالات جو اس عالم کے مناسب تھے۔ وہ بھی حاصل کئے اور عذاب و ثواب کا مستحق ہوا۔ بلکہ اسی کے لئے قیامت قائم ہوئی۔ اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہلے گئے۔

اور پھر کسی وقت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت سے اسی عالم مثال میں آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

اپنی کسی اور صفت اور لطیفہ کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اور وہی کوائف جو ظہورِ اول سے وجود میں آئے تھے۔ ظہور ثانی میں بھی وجود میں آئے اور جب ظہورِ ثانی ختم ہوا۔ تو آپ کی صفات اور لطائف میں سے تیسرے ظہور میں کوئی اور صفت اور لطیفہ حاصل ہوا۔ اور جب اس ظہور نے بھی اپنا دور ختم کیا۔ تو چوتھا ظہور حاصل ہوا۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔

پھر جب ظہوراتِ مشالہ کے وہ تمام دور جو کہ اس کی صفات اور لطائف سے تعلق رکھتے تھے۔ پورے ہو گئے تو بالآخر وہ نسخہ جو انہی اہلِ خداوندی جلِ سلطانہ سے عالمِ شہادت میں وجود میں آگیا۔ اور ان تعالیٰ کے فضل سے معزز و متمم ہوا۔ اگر ایک لاکھ آدم بھی ہوں۔ تو وہ اسی آدم کے اجزاء ہیں۔ اسی آدم کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ اور اسی کے وجود کے بنیادی۔ مقدمات ہیں۔ اور شیخ بزرگوار کے وہ دادا جن کو چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ فوت ہوئے۔ اور چکا ہے۔ وہ عالمِ مثال میں شیخ بزرگوار کے دم واداکا کوئی لطیفہ تھے۔ جو کہ عالمِ شہادت میں موجود ہوئے۔ اور بہت اللہ شریف کے وہ طواف جو انہوں نے کیئے۔ وہ بھی عالمِ مثال میں کیئے۔ کیونکہ کعبہ مظهر کی بھی عالمِ مثال میں ایک شبیہ اور صورت تھی۔ جو اس عالمِ مثال کا قبضہ تھی۔

اس فقیر نے اس مسئلہ میں دور و دور نظر دیا ہے۔ اور بہت غور کیا ہے۔ عالمِ شہادت میں کوئی دوسرا آدم نظر نہیں آیا۔ اور عالمِ مثال کی اجور کھاریوں کے سوا اور کوئی چیز نہ مل سکی۔ اور وہ جو مثال جسم نے کہا کہ میں کہاں سے آباد اجدا سے ہوں۔ اور کھے فوت ہوئے چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ یہ اس بات پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس آدم سے پہلے کوئی ایک آدم گزر چکے ہیں۔ جو اس آدم کے صفات اور لطائف تھے۔ یہ نہیں کروہ علیحدہ پیدا نش رکھتے تھے۔ اور اس آدم سے الگ تھے۔ کیونکہ جو الگ ہے۔ اس کی اس آدم سے کیا نسبت ہو۔ اور وہ شیخ کا دادا کیوں نہ لگا۔ اور عالمِ شہادت کے آدم کی پیدا نش کو تو اسی سات ہزار سال میں پورے نہیں ہوئے۔ چالیس ہزار سال کی کیا گزارش ہے؟

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں یہاں سے ہے۔ اس حکایت سے تناسخ کو درست سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کائنات کے قدیم ہونے کے قائل ہیں اور قیامت کبریٰ سے انکار کر دیں۔ اور بے دین لوگوں نے جہنم سے بڑھ بڑھ بادل خویش نشینی کی مسند حاصل کر رکھی ہے۔ تناسخ کے حوالہ کا حکم کرتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جب تک نفس اپنے کمال تک نہ پہنچے۔ اسے مختلف ابدان تبدیل کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جب نفس اپنے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ تو مختلف جسموں کے تبدیل کرنے سے بلکہ بدن کے تعلق ہی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور اس کی پیدا نش کا مقصد جو کہ اس کا کمال تک پہنچنا ہے۔ حاصل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بات صاف گمراہ ہے۔ اور ان پیروں کا انگارہ ہے۔ جو دین سے بر توار ثابت ہیں۔ جب بالآخر تمام نفسوں کی

مذکورہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ تو دوزخ کس کے لئے ہے۔ اور سزا کسے لئے کی۔ دوزخ کا انکار ہے۔ اور آخرت کے عذاب کا انکار ہے۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق نقص کو کسی جسم کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ جو کہ اس کے کلمات کا آثار ہے۔ کہ وہ کسی جسم سے دوبارہ ہی اُٹھے۔ اس جماعت کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ کہ وہ بھی اہل ایمان کے شر کا انکار کرتے ہیں اور ثواب و عذاب کو روحانی سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے بھی بدرجہ ہے۔ کیونکہ وہ تناسخ کا رد کرتے ہیں۔ اور عذاب روحانی کے قائل ہیں۔ اور یہ لوگ تناسخ کا اثبات بھی کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک عذاب صرف دنیا کا عذاب ہے۔ جس کا وہ تہذیب نفوس کے لئے اثبات کرتے ہیں۔

سوال :- حضرت علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اولیاء اللہ سے بھی منقول ہے۔ کہ ان کے بعض نادر افعال اور عجیب و غریب افعال ان کے وجود غیری کے ساتھ عالم شہادت میں آنے سے بہت مدت پہلے درج ذیل آئے۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو پھر یہ تناسخ کے بغیر کیسے ممکن ہے ؟

جواب :- ان اعمال و افعال کا صدور ان ہر گز کی ارواح سے ہوا ہے۔ جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت سے مختلف اجساد سے متجسد ہو کر ان افعال عجیبہ کے صدور و صدور بنے۔ ان کا کوئی دوسرا جسم نہیں ہے۔ جس سے وہ تعلق رکھیں۔ تناسخ یہ ہے کہ روح اس جسم کے تعلق سے پہلے کسی اور چیز سے تعلق رکھتی ہو۔ جو کہ اس روح سے الگ ہو۔ اور جب روح خود ہی کوئی جسم اختیار کرے۔ تو یہ تناسخ کیسے ہوا۔ جن مختلف شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ اور ان سے عجیب و غریب اعمال ہو کر ان اشکال اور اجساد سے منسلک رہتے ہیں۔ وقوع میں آتے ہیں۔ اور پھر بھی کوئی تناسخ اور کوئی حلول نہیں ہے۔ جنوں کو ان سبحانہ و تعالیٰ نے یہ طاقت دے رکھی ہے۔ کہ وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکیں۔ و عجیب اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر کافرین کی ارواح کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دے دیں۔ تو تعجب کا کیا مقام ہے۔ اور دوسرے بدن کی کیا ضرورت ہے ؟

اور اسی قسم کے وہ واقعات ہیں۔ جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک ہی وقت میں وہ کئی ایک مقام پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور ان سے مختلف افعال وقوع میں آتے ہیں۔ اس جگہ بھی ان کے لطافت مختلف اجسام اور مختلف اشکال اختیار کرتے ہیں۔ اور اسی طرح کے وہ واقعات ہیں۔ کہ مشرک کوئی عزیز ہندوستان میں اپنی رہائش رکھتا ہے۔ اور اس جگہ سے کبھی باہر نہیں گیا۔ ایک جماعت کہ منظر سے آتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ ہم نے اس عزیز کو محرم کعبہ میں دیکھا ہے۔ اور اس اس طرح کے واقعات ہمارے اذان کے درمیان گزرے ہیں۔ اور کچھ لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم نے اس کو روم میں دیکھا ہے۔ اور ایک دوسری جماعت نے اس کو ہندوستان میں دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ اس عزیز کے لطافت کی شکلیں ہیں جو مختلف اشکال میں ظاہر ہوتی ہیں۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس عزیز کو ان تشکلات کی اطوار بھی نہیں ہوتی۔ لہذا اس جماعت کے جواب میں

کبھی وہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ مجھ پر لازم ہے۔ میں تو اپنے گھر سے باہر ہی نہیں نکلا۔ نہ کبھی میں نے حرم کعبہ دیکھا ہے۔ اور نہ ہی روم اور بغداد کو پہنچا تھا۔ اور میں نہیں جانتا کہ تم کون لوگ ہو۔ اور اسی طرح حاجت مند لوگ اولیاء سے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی مخالفت و مہالک میں امداد طلب کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ ان اولیاء کی صورتیں خاتمہ ہو جاتی ہیں۔ اور ان مصائب کو دور کر دیتی ہیں۔ اور پھر ان اولیاء اللہ کو بھی کبھی اس کی اطلاع ہوتی ہے۔ اور کبھی نہیں ہوتی۔

ان کاوشا بہانہ پر یہ ساطمہ اند

اور یہ بھی ان عزیزوں کے لئے افسانہ کا شکل ہے۔ اور یہ شکل کسی عالم شہادت میں ہوتا ہے۔ اور کسی عالم مثال میں چنانچہ
کی حالت میں ان حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم ان لوگ مختلف صورتوں میں خواب دیکھتے ہیں۔ اور ان سے استفادہ کونستقلیٰ اور
یہی ان حضرت کے صفات و افعال کی مختلف مثالیں اور ایسی چیزیں ہیں جو استفادہ کرتے ہیں۔ اور اپنی مشکلات حل کرتے ہیں
پوشیدہ اور ظاہر ہو جاتا جو بعض مشائخ نے کہا ہے۔ اس کا تائید سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ حجاج
میں نفس کا تعلق دوسرے بدن سے ثمرت حیات اور اس بدن کے حس و حرکت کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ
میں نفس کا تعلق دوسرے بدن سے اس عرض کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ اور بروز میں نفس کا تعلق دوسرے بدن
سے اس عرض کے حصول کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے مقصود اس بدن کے لئے کی حالت کا حصول اور درجات تک
وصول ہوتا ہے جیسا کہ میں کسی انسان سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے جسم میں ظاہر ہوتا ہے تو یہ تعلق اس آدمی
کی زندگی کے لئے نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تو اس تعلق سے پہلے ہی زندہ اور محسوس اور متحرک ہے۔ اور وہ چیز جو اس تعلق سے
اس میں تعلق پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس جن کی حرکات و سکنات اور اس کی صفات کا ظہور ہوتی ہے۔

اور صحیح احوال مشائخِ قویہ اور کمون (ظاہر اور پوشیدہ ہوجائی) کے متعلق بھی زبان نہیں کھولتے۔ اور ناقصوں کو فتنہ اور مصیبت میں نہیں ڈالتے۔ اور اس فقر کے نزدیک نو کمون اور بروز کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر کوئی کامل کسی ناقص کی تربیت کرنا چاہے تو وہ اس میں ظاہر ہونے کے بغیر بھی خداوند تعالیٰ کی قدرت سے اپنی صفات کاملہ اس ناقص پر عکس کر سکتا ہے۔ اور توجہ و انکشاف سے اس انعکاس کو ثبات اور استعوار بھی دے کر مرید ناقص کو کامل میں لے آتا ہے۔ اور اس کی پوری صفات کو اچھی صفات سے تبدیل کر دیتا ہے۔ اور اس کے باوجود کمون بروز کا کوئی واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر پناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

۱۰۔ یہ ہم اور تم پر لازم رکھ دیا گیا ہے۔

اور کچھ لوگ روح کے منتقل ہونے کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ روح کو کمال حاصل ہونے کے بعد ایسی طاقت مل جاتی ہے۔ اگر وہ چاہے۔ تو اپنے بدن کو چھوڑ کر کسی دوسرے بدن میں داخل ہو سکتا ہے۔
 بیان کرتے ہیں کہ ایک سوزن کو یہ کمال اور قدرت حاصل تھی۔ اس کی ہمسائیگی میں ایک جوان آدمی فوت ہو گیا۔ تو اس سوزن نے اپنے بدن کو جو کہ بڑے لمبے تکیے پہنچ چکا تھا۔ چھوڑ دیا اور اس جوان کے بدن میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ پہلا جسم مر گیا۔ اور اس کا دوسرا جسم زندہ ہو گیا۔ تو یہ قول بھی تنازع کو مستلزم ہے کہ دوسرے بدن سے تعلق اس بدن کی زندگی کے لئے ہے۔ پس فرق ہے تو صرف اتنا کہ تنازع کا قائل نفس کے نقصان کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور تنازع کا اثبات اس نفس کی تکمیل کے لئے کرتا ہے۔ اور جو روح کے منتقل ہونے کا قائل ہے۔ وہ روح کو کامل سمجھتا ہے۔ اور روح کے کمال کے بعد منتقل ہونے کا اثبات کرتا ہے۔

اس فقیر کے نزدیک روح کے منتقل ہونے کا قول تنازع کے قول سے جی کم تر اور گرا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ تنازع کے قائل تکمیل نفس کے لئے ہونے ہیں۔ اگرچہ یہ اعتبار بھی باطل ہے۔ اور روح کے منتقل ہونے کو حصول کمال کے بعد خیال کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ جب ان لوگوں نے ابدان کی تبدیلی کمال کے حصول کے لئے قرار دیا ہے۔ تو کمال کے حاصل ہونے کے بعد دوسرے بدن میں منتقل ہونا کس لئے ہے۔ اہل کمال تماشائی نہیں ہیں ان کی ہمت لغویہ ہے کہ حصول کمال کے بعد ابدان سے فارغ ہوتے ہیں۔ نہ کہ دوسرے ابدان سے تعلق قائم کرتے ہیں کیونکہ جو کچھ بدن کے تعلق سے مقصود تھا۔ وہ تو حاصل ہو چکا۔

اور چہرہ بھی ہے۔ کہ روح کے منتقل ہونے میں پہلے جسم کی موت اور دوسرے جسم کی زندگی ہے۔ تو پہلے بدن کو ہر ذبح کے احکام کے حصول سے چارہ نہیں ہوگا۔ اور قبر کے عذاب و ثواب سے مظہر نہ ہوگا۔ اور دوسرے بدن کو جب دوسری زندگی کا اثبات کرتے ہیں۔ تو اس کے حق میں حشر و نیا ہی میں ثابت ہو گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ روح کے منتقل ہونے کا مقیدہ رکھنے والے اس کے عذاب و ثواب قبر کے قائل بھی ہوں۔ اور حشر و نشر کا اعتقاد رکھتے ہوں۔ انہوں نے ہزار افسوس۔ کہ اس قسم کے جھوٹے لوگ اپنے آپ کو شیخی کی سند کے لائق سمجھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے عقائد بنے ہوئے ہیں۔ یہ خود بھی گمراہ ہیں۔ اور لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

وَبَنَّا لَا تَلْبَسْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْكَرِيمُ
 اے اللہ بھرت سید المرسلین علیہ وسلم الصلوٰۃ والسلام
 ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد میرا ہاتھ نہ کر دے۔
 اور اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ یقیناً تو ہی عزائیت
 کرنے والا ہے۔
 الصَّلَوَاتُ وَالْطَّلِيَّاتُ۔

ذیلی بحث

(بعض ان علوم و معارف کے بیان میں جو کہ عالم مثال سے تعلق رکھتے ہیں۔)

جہنا چاہیے کہ عالم مثال تمام عوالم سے فراتر ہے جو کچھ بھی تمام عوالم میں ہے۔ اس کی صورت عالم مثال میں موجود ہے۔ عقولات و معانی بھی اس عالم میں صورت رکھتے ہیں۔ اہل علم نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کوئی مثل نہیں ہے لیکن مثال ہے۔ وَفِيهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ (اور اللہ تعالیٰ کے لئے بلند مثال ہے) اس فقیر نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ تشریح خاص کے مرتبہ میں جس طرح مثل نہیں ہے۔ مثال بھی نہیں ہے۔ فَلَا تَخْوَفُوا ذِئْلَ الْأَمْثَالِ (اللہ تعالیٰ کے لئے مثال نہ بیان کرو) اور عالم حسیہ میں عالم مثال کا نمود خیال ہے۔ کو خیال میں تمام شیاؤں کی صورتیں منظر ہیں۔ سائنک کے مقامات و احوال کی کیفیتوں کو خیال ہی تصور کر کے دکھانا ہے۔ اور اہل علم سے بنا دیتا ہے۔ اور اگر خیال نہ ہو۔ یاد و کوتاہی کرے۔ تو جہل لازم آئے گا۔ اسی نے کہتے ہیں کہ مرتبہ ظلال کے اور جہل و حیرت ہے۔ کیونکہ خیال کی دو دو صوب تو صرف مراتب ظلال تک ہے۔ جس جگہ اہل (سایہ) نہ ہوگا وہاں خیال کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ اور جب صورت تشریحی عالم مثال میں نہ ہوگی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ تو خیال میں بھی جو کہ عالم مثال کا پرتو ہے۔ کس طرح صورت تشریحی تصور ہو سکتی ہے۔ تو لازمی چیز ہے کہ اس جگہ سوائے جہالت اور دیت کے کچھ نہ ہوگا۔ اور جہاں جگہ علم نہیں ہوتا۔ وہاں گفتگو بھی نہیں ہوتی۔ (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان لنگ ہو گئی) اس کا نشان ہے۔ اور جس جگہ علم ہوگا۔ وہاں گفتگو بھی ہوگی۔ (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان لگی ہو گئی) اس کا بیان ہے۔

پس زبان کی صلاحی ظلال میں ہوتی ہے۔ اور ظلال کے مراتب سے اوپر زبان لنگ ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ فعل ہو یا صفت۔ اسم ہو یا مسمیٰ پس جو کچھ بھی خیال نے تراشا ہے۔ وہ چونکہ ظلال ہے۔ اور علت سے معلول اور جہل معمول ہے۔ اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کہ چونکہ وہ مطلق کے آثار و علامات سے ہے۔ لہذا فیہی علم کا فائدہ دیتا ہے۔ عین الیقین اور حق الیقین ظلال اور خیال سے بہت اوپر ہیں۔

خیال کی تراشیدہ چیزوں سے اس وقت خلاصی میسر آتی ہے۔ جب کہ سیرافنسی کو بھی سیرافانی کی طرح چھوڑ جھائے۔ اور آفاق و انفس سے اوپر جولا فی دکھانے لگے۔ یہ مقام اکثر اولیاء کو موت کے بعد میسر آتا ہے۔ جب تک زندگی رہتی ہے۔ خیال ان کا دامگیر رہتا ہے۔ اور اکابر اولیاء میں سے بہت کم لوگوں کو یہ دولت اس دنیا میں میسر ہوتی ہے۔ وہ ربوبی زندگی کے باوجود خیالات کے غلبہ کے تصور سے باہر آجھانے ہیں۔ اور خیال کی قراش و خواش کے بغیر اپنے پہلو میں لے لیتے ہیں۔ اور اس وقت ان بزرگواروں کے حق میں تہلی ذاتی برقی و فانی ہو جاتی ہے۔

اور ملان وصل پر توفیق ہے۔

هَيْفَئِذَا لَا دِيَابَ النَّعِيمِ نَعِيْمُهَا وَكَلْعًا شَقِيًّا الْيُسْكِينُ مَا يَجْعَلُ خُ

سوال :- کچھ لوگ اپنے مکاشفات اور خوابوں میں عالم مثال و خیال میں دیکھتے ہیں۔ کہ ہم بادشاہ بن گئے ہیں اور اپنے لوگوں یا کروں کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اور ایسا بھی دیکھتے ہیں۔ کہ ہم قطب ہو چکے ہیں۔ اور تمام دنیا کی توجہ ہمارا طرف ہے۔ اور بیداری اور بوش کے عالم میں جو کہ عالم شہادت میں ہے۔ ان کمالات میں سے کوئی بھی ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ کیا یہ درست کچھ صداقت رکھتی ہے۔ یا محض باطل ہے۔ ۹

جواب :- یہ درست کچھ صداقت رکھتی ہے۔ اس کو بیان یہ ہے۔ کہ بادشاہت اور قطبیت کے معنی اس جماعت میں موجود ہیں۔ لیکن یہ معنی ان میں بہت کمزور ہے۔ اس قابل نہیں ہے۔ کہ عالم شہادت میں ظلم ہو۔ اور اس کے بند وصال سے خالی نہیں ہے۔ اگر یہ معنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت سے طاقت پیدا کرے۔ تو اس لائق ہو جاتا ہے کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے عالم شہادت میں بھی بادشاہ بن جاتا ہے۔ اور قطب بھی ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس معنی طاقت نہ پیدا ہو۔ کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو سکے۔ تو پھر اسی ظہور مثال پر جو کہ سب سے کمزور ظہور ہے۔ کفایت کرنی پڑتی ہے۔ اور اپنی طاقت کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔

اور اسی قسم کے وہ واقعات ہیں جو اس راہ کے طالب دیکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بلند مقام پر پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ کہ ارباب ولایت کے مناصب سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اگر عالم شہادت میں بھی یہ ظاہر ہو جائے تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔ اور اگر ظہور مثالی پر بھی کفایت ہو تو پھر بے فائدہ اور سراسر نصیبت ہے۔

کیونکہ ہر ایک چھوٹا اور بڑا تمام بھی خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھتا ہے۔ اور اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور سوائے نقصان اور خسارہ کے اس کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ پس واقعات پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اور عالم شہادت میں جو کچھ بھی میسر ہو۔ وہی اس کی ملکیت ہے۔

چل غلام آفتاب ہم را آفتاب گویم نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

یہی وجہ ہے۔ کہ اکابر نقشبندیہ مکاشفات کا کوئی اعتقاد نہیں کرتے۔ اور طالبین کے مکاشفات کی تعبیر کی طرف کچھ توجہ نہیں دیتے۔ کہ ان چیزوں کا نفع بہت کم ہے۔ مقبرہ وی ہے۔ جو بیداری اور حوش کے عالم میں میسر ہو۔ اسی لئے دوام شہود کو معتبر سمجھتے ہیں اور استراحت حضور کو دولت جانتے ہیں۔ وہ حضور جس کے پیچھے چلتے ہیں۔ ان بڑے گواروں کے نزدیک اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ نسیان ماسوا ان کے حق میں دائمی ہو

لے نعمت دلوں کو ان کی نعمتیں بیدار ہوں۔ اور عاشق مسکین کے لئے تو وہی ہے۔ جو وہ نعمت گھوٹ پی رہا ہے۔

چکا ہے۔ اور خیال ان کے دل سے ہر وقت زائل رہتا ہے۔ ان وہ آدمی جس کی ابتدا میں اتہام مندرج ہو یہ کلمات اس سے کیا دور ہو سکتے ہیں۔

اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور اپنے کام میں ہماری کوتاہی معاف کر دے۔ اور ہمارے قدم مطہر کر دے۔ اور ہمیں کافروں کی قوم پرندہ اور غلبہ عنایت فرما۔ والسلام

مکتوب نمبر ۵۹

مزید اور ظاہر محمد عبداللہ سلم اللہ قلنا نے کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ معقول و مہوم اور کثرت و مشہور سب کچھ ماسوی میں داخل ہے۔ اور اس کے متعلقاً
الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الْکَذِبِیْنَ اُصْطَفٰی۔

وہ مکتوب شریف جو انکسوں کی خدمت میں نے ارسال کیا تھا پہنچا لکھا تھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت سے وہ شعبہ بہر طرت ہو چکے ہیں۔ اور اس جنس کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے۔ اب بہت کی توہ اس پر ہے کہ ثابت سے کوئی چیز بھی حاصل نہ ہو مہوم اور معقول سب کے تحت داخل ہو جائیں۔ اور اسی طرح کی باتیں اور کلمے تھیں۔ اور یہ سب کچھ اپنی تکلف سے ہے۔ امید ہے کہ بے تکلف بھی نصیب ہو جائے گا۔

اسے نہایت آثار معقول اور مہوم بلکہ مشہور اور کثرت بھی خواہ وہ آسمانی ہوں۔ یا انسانی سب ماسوا کے دائرہ میں داخل ہے۔ اور ہر و نسب کا سامان ہے۔ اور اس کی حقیقت شعبہ بازی میں گرفتار ہونے سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر گرفتاری کا افعال تکلف سے ہے تو طریقہ میں داخل ہے۔ اور محمد علم الیقین میں سے ہے۔ بہر تقدیر اگر یہ دولت بے تکلف میسر ہو جائے۔ اور نفی کے تکلف سے ماسوی کی نفی محسوس نہ جائے۔ تو طریقہ کی تکلف سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور علم کے کوپہ سے باہر چلا جاتا ہے۔ اور فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ یہ بات کہنا تو آسان ہے۔ اور یہاں مشکل چیزیں ہی مشکل ہے۔ بہت ہی مشکل۔ مگر جس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ آسان کریں۔

وہ کاد بار جو حقیقت سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ آگے ہے۔ اور نفی سے گزرنے بلکہ مقام اثبات کی نفی کرنے اور علم میں الیقین سے باہر ہے۔

جان لینا چاہیے۔ کہ حقیقت کے مقابل طریقہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور نفی کو اثبات سے کوئی نسبت نہیں

ہے۔ کیونکہ نفی کے متعلقات ممکنات سے ہیں۔ اور اثبات کے متعلقات واجب۔ اور اثبات کے مقابل نفی کی وجہ حقیقت ہے۔ جو دیکھنا ہے کہ ان کے مقابل ایک قطرے کی ہے۔ اور وجہ یہ نفی و اثبات حاصل ہو جاتا ہے تو ولایت خالصہ پہنچ جاتا ہے۔ اور چونکہ ولایت خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد یا تو مروج ہے۔ یا نزول۔ اور اگر نزول ہے۔ تو وہ بھی اس مروج کے بیٹے لازم ہے۔

وَمَا أَتَيْنَا بِمَنْزِلٍ لَّكُم مِّنْ دُونِ مَا وَاعَظُمَ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ نَاسًا
يَتَنَبَّأُونَ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ فَآذٍ بَرُّ
اسکے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمارے گناہ بخش دے۔ یقیناً تو سرچیز پر قادر ہے۔
اور ہم پر اور ان سب لوگوں پر سلام ہو۔ جو ہدایت کی پیروی کریں۔ اور مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کو لازم کہیں۔

مکتوب نمبر ۶

محمد تقی کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے خط کے جواب میں اور اس بیان میں کہ دین کے قائد امور کی طرف سے مزہمیر کو ضروریات دین کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور اسکے متعلقات
الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

صیغہ شریف سے مشرف ہوا۔ وہ دلائل جن کی راہنمائی آپ کو ہوئی ہے۔ اور جو کچھ آپ نے حضرت صدیقِ حق سے کی خلافت کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ اسلام کے پہلے دور جو کہ بہترین دور ہے۔ کے اہل حق و عقد کے اجماع سے متفقہ ہوئی۔ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی افضلیت کے بارے میں کہ ان کی خلافت کی ترتیب سے ان کی افضلیت ہے۔ اور اصحاب خیر بشیر علیہم السلام والصلوات والتسلیات کے اختلافات اور ٹکڑوں کے متعلق خاموشی اختیار کرنے کے متعلق یہ کہ ہے۔ ان چیزوں سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ امامت کی بحث میں یہی عقیدہ کافی ہے۔ اور اہل سنت و جماعت شکرانہ اقدس سے ہم کے موافق ہے۔

میرے ہندو مت شفقت آئندہ امامت کی بحث دین کے نزومات میں سے ہے۔ نہ کہ اصول شریعت سے ضروریات دین اور چیزیں ہیں جو عقیدہ اور عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جن کی تفصیل علم کلام اور علم فقہ میں ہے۔ ضروریات کو ہمسہ نہ لے کر چھوڑنے کی طرف توجہ کرنا اپنا عمل لے لے جائے۔ خاندان چیمبروں میں صرف کلام ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ بندہ سے خدا تعالیٰ کے اصرار کی علامت یہ ہے کہ بندہ بے مقصد کاموں میں مشغول ہو جائے۔

اگر امامت کی بحث ضروریات دین اور اصول شریعت سے ہوتی جیسے کہ شیعہ کہتے ہیں تو چاہیے تھا کہ علیؑ سبحانہ و تعالیٰ اپنی بزرگ کتاب میں خلافت کا تعین کرتا۔ اور کسی خلیفہ کو نامزد کر دیتا۔ اور حضرت پیغمبر علیہ السلام بھی کسی ایک آدمی کی خلافت کے متعلق کہہ جاتے۔ اور مباحثہ ایک آدمی کو خلیفہ بنا جاتے۔ اور جب کتاب و سنت میں اس امر کا اہتمام مفہوم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ امامت کی بحث دین کے دائرہ احوال میں سے ہے نہ کہ اصول دین میں سے کسی فضول آدمی ہی کو دائرہ چیزوں میں مشغول ہونا چاہیے۔

دین کی ضروریات اتنی دیر پیش ہیں کہ دائرہ چیزوں کی طرف توجہ کرنے کی نوبت ہی نہیں پہنچتی۔ سب سے پہلے تو عقیدہ صحیح کرنے سے کوئی چارہ نہیں ہے جو کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کے بعد یاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ پیغمبر علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور یقین اور یقین کے قوا تر سے ثابت ہو چکا ہے۔ مثلاً حشر و نشر اور آخرت کا دائمی عذاب و ثواب اور تمام سماجی چیزیں سبقت ہیں۔ ان میں عدم وجود کا احتمال ہی نہیں ہے۔ اور اگر ایسا عقیدہ حاصل نہ ہو تو نجات نہیں ہوگی۔

دوسرے درجہ پر احکام عقیدہ پر عمل کرنے سے بھی چارہ نہیں ہے۔ اور فرائض اور واجبات بلکہ سنن و مستحبات کی ادائیگی کے بغیر بھی گزارہ نہیں ہو سکتا۔ شریعت کے حرام و حلال کی رعایت بھی اچھی طرح کرنی چاہیے۔ اور حدود و شریعت میں امتیاز کرنی چاہیے۔ تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات و رہائی کی صورت نظر آئے۔ اور جب عقیدہ سے اور عمل کو درست کر لے گا۔ تو صوفیہ کے طریقہ کی نوبت پہنچے گی۔ اور ولایت کے کمالات کا امیدوار ہوگا۔ اور ضروریات دین کے مقابل امامت کی بحث تو ایسی ہے جیسے کوئی راستے میں پھنسکی ہوئی چیز۔

مختصر یہ کہ جب مناظروں نے اس باب میں غلو کیا ہے۔ اور اصحاب خیر البشر علیہ السلام کے متعلق طعن زنی کی ہے۔ تو ضرورت کے مطابق ان کے رد میں مجھے چوتھے مقدمات ضرور لکھنے چاہئیں کہ دین متین سے قساکہ و نوم کو دفع کرنا ضروریات دین میں سے ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۶۱

(مولانا احمد برکی کی تعزیت اور دوستوں کو نصیحت اور مولانا حسن کو اس حلقہ کا سردار مقرر کرنے اور اس کے

مناسبات کے متعلق صادر فرمایا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔

حمد و صلوات اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے۔ اور مغفرت پناہ مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ کہ مولانا کا جو شریفیت اس وقت مسلمانوں کے لئے خداوند تعالیٰ کی آیات میں سے ایک نشان تھا۔ اور اس کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھی۔

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَذَا أَجْرًا وَلَا تَقْبَلْهُ
اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد قفن میں نہ ڈال۔

دار فانی سے گزر جانے والوں کو دوستوں اور یاروں سے امداد اور اعانت کی امید اور خواہش ہوتی ہے۔ اور مرحوم کے فرزندوں اور متعلقین کی خدمت اور دلجوئی دوستوں اور محبت کرنے والوں پر لازم ہے۔ کوشش کریں کہ مرحوم کے فرزند پرہیزگار اور علوم شرعی سے آراستہ ہوں۔ مرحوم کے احسانات کا بدلہ اس کے فرزندوں سے ادا کرنا ہے۔ هَذَا جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ (احسان کا بدلہ احسان ہے)۔ اور مرحوم کے اوصاف و اطوار کی رعایت ملحوظ رکھیں۔ اور ان کے احوال و واقعات کی رعایت کریں۔ اور ذکر کے طریقہ اور مشغول کے حلقہ میں تصدیق و اربعہ نہ ہونے چاہئے۔ تمام دوست مل کر بیٹھیں۔ اور ایک دوسرے میں قالی ہوں۔ تاکہ صحبت کا اثر ظاہر ہو۔

اس فقیر نے اس سے پہلے بعض اتفاقیہ طور پر لکھا تھا۔ کہ اگر مولانا سفر پر روانہ ہوں۔ تو اپنی جگہ شیخ حسن کو متخیر کر جائیں۔ تقدیر میں یہ سفر یاد تھا۔ اب جب کہ ہم دوبارہ ملاحظہ کرتے ہیں۔ تو شیخ حسن ہی کو اس کام کے لئے متعین پانا پس یہ بات بعض دوستوں کو ناگوار نہ لگے۔ کہ یہ معاملہ ہمارے اور ان کے اختیار میں نہیں ہے۔ فرمانبرداری لازمی ہے۔ شیخ حسن کا لایق مولانا کے لایق سے بہت مناسبت رکھتا ہے۔ پھر آخری بات یہ بھی ہے۔ کہ مولانا نے آخر میں بولندیت اس جگہ سے حاصل کی ہے۔ شیخ حسن کو بھی اس نسبت میں شرکت ہے۔ اور دوسرے دوستوں کو اس سے بہت کم حصہ ملا ہے۔ ہر چند کہ کشف و شہود پیدا کریں۔ اور توحید و اتحاد سے آراستہ ہوں۔ لیکن پھر بھی یہ دولت و کرم ہے۔ اور یہ کلام بار شیعہ ہے۔ اور ان کثوف کی اس جگہ ایک دھجکی قیمت بھی نہیں ہے۔ اور اس توحید و اتحاد سے استغفار کرتے ہیں۔

قد متقرر ہوا ہے کہ دوست شیخ حسن کو سردار مقرر کرنے میں توقف نہ کریں۔ اور ان کو اپنے حلقہ کا سردار بھیجیں اور اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔ میرے ایمان خواجہ دین اس معنی کو دوستوں کے ذہن نشین کر لیں۔ اور مشغول کے حلقہ کی ولایت کریں۔ اور شیخ حسن کو عزت و غیب فرمائیں۔ اور شیخ حسن کو بھی پانچنے۔ کہ وہ ہندوؤں کی دہلی نہ کریں۔ اور انکو اسلامی کے حقوق بہمالاین۔ اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ نہ چھوڑیں۔ اور شریعت کے احکام کی اشاعت کریں۔ اور ملت

سفید کی پیرچی کی تزیین دیں۔ اور بدعات سے ڈرائیں۔ اور عاجزی اور نرمی کے طریق کو نہ چھوڑیں۔ ایسا نہ ہو کہ نفس
اثر اپنے دوستوں اور ساتھیوں پر تقدم و ریاست کی وجہ سے ہلاکت میں ڈال دے۔ اور تباہ و برباد کر دے۔ ہر وقت
ایضاً پ کو ناخس اور نامکمل سمجھیں۔ اور اپنے کمال کے طالب رہیں۔ نفس اور شیطان و طواغیر دشمن گمراہی میں بیٹھے
ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ راہ سے ہٹا دھکیں۔ اور غائب و غامض بنائیں۔ ۵

بہر املہ زمیں بر تو ایں است کہ تو خلی او خاند رنگین است

ہندوستان آپ سے دور ہے۔ اور سال بھر میں ایک قافلہ آتا ہے۔ اور خبر لانا اور لے جاتا ہے۔ اپنے حالات
لکھتے رہیں۔ اگر ہم تک نہ بھی پہنچ سکیں۔ تو یہی لکھنے میں فکرت نہ کریں۔ میاں شیخ یوسف ہم سے قریب ہیں۔ وہ کافی
مدت تک یہاں رہے ہیں۔ اور انہوں نے بہت سے فائدے حاصل کئے ہیں۔ اور فرائض حقیقت سے مطلع ہو
چکے ہیں۔ وہ واپس آنے کے واسطے پر گھر گئے تھے۔ وہ ایک مستعد اور مخلص آدمی ہے۔ بلا اللہ سبحانہ و تعالیٰ
ہی توفیق دینے والا ہے۔

پوچھنا کہ دور ہیں۔ لہذا نصیحتوں میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ اوشیار رہنا اور سرور کی کو اپنی جان کے لئے مصیبت
بکھانا اور ترساں و لرزاں رہنا ایسا نہ ہو کہ اس ریاست میں لذت پیدا ہو جائے۔ اور بیدار کی ہلاکت تک پہنچا دے۔
وَبْنَا عَوْفَرْنَا ذُو بِنَا وَإِسْمَاعِيلَ فِي آفِرْنَا
وَتَمَّتْ أَقْدَامُنَا وَانْقَضَ نَاعِلِي الْمَوْفِرِ الْكَفَرَانِ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا
يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
اسے ہمارے رب ہمارے گناہ اور اپنے کام میں ہماری
زیادتیوں کو بخش دے۔ اور ہمارے قدم ثابت رکھے۔ اور ہمیں
کلاہوں کی قوم پر مدد عطا فرما۔ تیرا رب جو عزت کا رب ہے
مشرکوں کی گواہی سے پاک ہے۔ اور سلام ہو غیروں پر
اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کی پروردگار
کر نے والا ہے

مکتوب نمبر ۶۲

خاصاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ اور بنی نوع کے ساتھ مل کر رہنے اور زندگی گذارنے
کے لئے محتاج ہے۔ اور انسان کی خوبی اسی احتیاج میں ہے۔ اور اس کے مناسبات کے متعلق

ملک میری جگہ تمام نصیحتیں ہیں کہ تو ایک بچہ ہے۔ اور مکان بزرگین ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عِبَادِكَ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی

حق سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی تلاسری اور باطنی ترقیات کا سوال کرتا ہوں۔ کہ آپ کی درستی اور نیریت مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی دلچسپی اور آرام کی تسخیں ہے۔ آپ کے لئے دعا گو یا ان سب کے لئے دعا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو ہر سمت سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی کمال من الصلوٰۃ و من التسلیات اکلہا تمام ایسی چیزوں سے محفوظ رکھے۔ جو آپ کی جناب کے لائق نہ ہوں۔

چونکہ میں آپ کی سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے اکابرین قدس اللہ تعالیٰ امراہم سے بہت ہی محبت و ارادت و اخلاص کی نسبت کو جانتا ہوں۔ لہذا آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔

میرے مخدوم کرم! اس سلسلہ علیہ و آلہ اس ملک میں مسافروں کی طرح ہیں۔ اور اس علاقہ کے لوگوں کو بھلائی کی کثرت کی وجہ سے اس طریقہ کے اکابرین سے جو کرامت کا التزام رکھتے ہیں۔ بہت ہی قصوریٰ مناسبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ کے بعض آدمی اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے اس طریقہ علیہ میں بھی بدعات اختیار کرنے لگے ہیں اور بدعت کے اختیار کرنے کی وجہ سے اس علاقہ کے آدمیوں کے دل اپنی جانب ہٹ کر رہ گئے ہیں۔ اور اس کام کو اپنے فائدہ خیال کی بنا پر اس طریقہ علیہ کی تکمیل سمجھتے ہیں۔ پرناہ بنجا۔ بلکہ اس جماعت نے اس طریقہ علیہ کو ضائع کرنے اور بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ اس طریقہ کے اکابرین کے معاملہ کی حقیقت تک نہیں پہنچے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں سید سے راستہ کی راہنمائی کرے۔

چوں کہ اس سلسلہ علیہ و آلہ اس ملک میں بہت مقبوض لوگ ہیں۔ لہذا اس سلسلہ میں محبت رکھنے والوں کو مریدوں پر لازم ہے کہ ان اکابرین کے خلفاء اور مریدین کی مداوا و اعانت کریں۔ کیونکہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ وہ اپنے بنی نوع کے ساتھ زندگی گزارنے کا محتاج ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ حَبِّبْ اُمَّتَکَ وَ عَنِیْ اَبِیْحَکَ عَنِ الْمَوْضِعِ رَاسِخِیْنِ آپ کو اللہ کافی ہے۔ اور جو ایمانداروں میں سے آپ کے تابع ہیں (جب کہ خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی مہمات میں بھی ایمانداروں کو داخل فرمایا ہے۔ تو دوسروں کے لئے کیا مضائقہ ہے۔

اگر وہ اتنے لوگ اس وقت درویشی کے لئے محتاجی کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ انسان غنا میں محتاج ہے۔ بلکہ تمام کائنات فخرنا محتاج ہے۔ بلکہ انسان کی خوبی ہی اسی محتاجی میں ہے۔ اور اس کی بندگی اور سلطنت اسی راہ سے پیدا ہوتی ہے۔ فرض کرو۔ اگر محتاجی انسان سے زائل ہو جائے۔ اور استغنا آجائے تو سوائے گناہ

اور مگر کئی اور لغیان اور نافرمانی کے اور کیا چیز اس کو حاصل ہوگی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ لَکَیْطٌ اِنَّ اِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ لَکَیْطٌ اِنَّ اِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ لَکَیْطٌ۔ (انسان جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے۔ تو مگر کئی کرتا ہے۔)

حاصل کلام یہ ہے۔ مگر فقیر ماسوی کی گرفتاری سے آزاد ہوتے ہیں۔ اور وہ محتاجی جو اسباب سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کو سبب الاسباب کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اور اگر دولت وسیع ہو جائے۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کے خواہ نامت سے سمجھتے ہیں۔ اور دینے والا اور روک لینے والا حقیقت میں اسی سبحانہ و تعالیٰ کو سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ اسباب کو حکمتوں اور مصلحتوں کا واسطہ بنانا چاہیے۔ اور غنیوں کو اسباب سے بے نیاز کرنا چاہیے۔ تو یہ بزرگ واری حکم اور حکمت کو اسباب کی طرف راجع سمجھتے ہیں۔ اور ایک وید کو بقا۔ انہی اسباب سے جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر اسباب کا دخل نہ سمجھا جائے۔ تو اس کا رخنہ عظیم کا ابطال لازم آتا ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ (اے اللہ تو نے اس کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔)

سیادت پناہ۔ متعلق دعارف آگاہ میرے بھائی اور میرے عزیز میرے محمد نعمان کا وجود شریف آپ کے علاوہ ہیست غیرت ہے۔ اور ان کی دعا اور توجہ کیریت اہم ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ آپ کی دولت کی بخشی اور پائیداری انہی کی توجہات کے فیوض و برکات سے ہے۔ اور میں غائب اور حاضر میں ان کو آپ کا مجدد معاون پاتا ہوں۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ کہ انہیں نے آپ کی خبریاں غائبانہ طور پر اس فقیر کو لکھ کر بھیجی تھیں۔ اور جو آپ کو اس فقیر کی نسبت محبت اور اخلاص ہے۔ وہ بھی صحت کیا تھا۔ اور اظہار کیا تھا۔ کہ اس علاقہ کی صوبہ داری کسی اور کو سپرد کر رہے ہیں۔ یہ وقت توجہ اور دشگیری کا ہے۔ فقیر کو اس خط کے مطالعہ کے وہ دن میں اس کے متعلق توجہ حاصل ہوئی۔ تو اس وقت آپ کا بہت بلند مرتبہ دیکھا۔ اور ظاہر طور پر اس وقت میں ایک شخص جا رہا تھا۔ تو اس خط کے متعلق میں نے بے عبادت لکھی تھی۔ کہ مجھے خاموشاں بہت بلند مرتبہ نظر آتے ہیں۔ اور معاملہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۶۳

نور محمد انبالی کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے اس استفسار کے جواب میں جو انہوں نے پوچھا تھا۔ کہ پھر کی زندگی میں اگر کوئی طالب کسی اور شیخ کے پاس چلا جائے۔ اور اس سے حق جل و علا کی طلب کرے۔ تو یہ جائز ہے۔ یا نہیں؟
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد اور صلوة اور دعا گوئی کے بعد عرض ہے۔ کہ جو مکتوب آپ نے ارسال کیا تھا آپ نے پوچھا تھا کہ پھر کی زندگی کے باوجود اگر کوئی طالب کسی اور شیخ کے پاس چلا جائے۔ اور اس سے خداوند تعالیٰ کی طلب کرے۔ تو یہ جائز ہے کہ نہیں؟

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مقصود حق سبحانہ و تعالیٰ ہے نہ اپنی حق تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔ اگر کوئی طالب اپنی بطنی اور دوسرے شیخ کے پاس دیکھے۔ اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں حق سبحانہ و تعالیٰ سے بچنے پانے۔ تو جائز ہے۔ کہ پھر کی زندگی میں پھر کی اجازت کے بغیر اس شیخ کے پاس چلا جائے۔ اور اس سے بطنی طلب کرے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ پہلے پھر سے انکار نہ کرے۔ اور اس کو نیکی سے یاد کرے۔

خصوصاً اس وقت میں کہ پیری اور مرید کی اب رسم اور عادت کے سوا اور کچھ نہیں رہی ہے۔ اس وقت کہ اکثر پیر اپنے آپ کی خبر نہیں رکھتے۔ اور ایمان اور کفر میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتے۔ وہ خداوند تعالیٰ سے کیا خبر کر سکیں گے۔ اور مرید کو کوئی راہ دکھائیں گے۔

ملہ آگاہ از غیبتیں چوں نیست چنین - کے خبر دلا از چنان چہنیں

اس مرید پر افسوس ہے۔ جو ایسے پیر پر اعتماد کر کے بیٹھ جائے۔ اور دوسرے پیر کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور خدا صلی شانہ کی راہ معلوم نہ کرے۔ شیطانی دوسرے ہیں جو کہ پیر ناقص کی زندگی کے ذریعہ آئے ہیں۔ کہ وہ طالب کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے روک دیں۔ جس جگہ بھی بطنی اور جمعیت خاطر حاصل ہو۔ بے تاملی اس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور شیطانی دواؤں سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۶۴

حمد و صلوات و دعا پر عمل کی طرف صاف فرمایا۔

ملہ اس کے پیر کا بچہ جس پیر کی خبر نہیں رکھتا تو وہ اور کسی کی کیا خبر کر سکے گا۔

اس مضمون میں کہ حالات کی تبدیلی اور کینی دنیا کی امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر اس چیز سے محفوظ رکھے۔ جو آپ کے حال کے لائق نہ ہو۔ اَلَّذِیْنَ یَسْتَعِیْنُ الْمُؤْمِنُوْنَ دُنِیَا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ اور قیدیوں کے حال کے مناسب یہاں درود الم اور امدود اور مصیبت ہے۔ حالات کی تبدیلی سے تنگ دل نہ ہونا چاہیئے۔ اور امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے دلگیر نہ ہونا چاہیئے۔ قَاتِلِ مَعَ الْعَاصِرِ یُسَوِّرَافَ مَعَ الْعَاصِرِ یُسَوِّرَافَ۔ و ایک تنگی کے ساتھ دو فرائض ملا دی گئی ہیں۔ شائد ان سے دنیا اور آخرت کی ذرا سی مراد ہو رہے۔

لے باکریاں کار ہا و شوار نیست

باقی اس علاقہ کے حالات سیادت مآب لوزن آثار میرے بھائی میر سید عبدالباقی زبانی بیان کر دیں گے۔ وہ آپ کے حقوق اور شفقتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کی ملاقات کی طرف متوجہ ہوں۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۱۵

مولانا محمد شام خادم کی جانب صادر فرمایا
اس بیان میں کہ یہ فائدہ امور سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حمد و صلوة اور دعا گوئی کے بعد عرض ہے کہ اس مدت میں آپ نے اپنے باطنی احوال کی کوئی معتد بہ خبر نہیں ملے۔ کہ وہ خوشی کا باعث ہوتی۔ دنیا کے امور بے فائدہ ہیں۔ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں اتنی قیمت نہیں کہیں کہ احوال آخرت کو یاد کرنا چھوڑ دیا جائے۔ اور عمومی تعویات میں مشغول ہو جائے۔ ہر چند کہ آپ کی نیت ٹھیک ہے۔

لے شریعہ السنہ بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

لے سورۃ الم نشرح پارہ عم ۱۲

لے سنی لوگوں پر کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔ ۱۲

ہوگی۔ لیکن حسناتِ الابرار و سیئاتِ الْمُفْسِدِينَ (نیک لوگوں کی نیکیاں مفسدین کی برائیوں کی طرح ہیں) آپ نے سنا ہوگا۔

بہر حال احوالِ باطن کی طرف متوجہ ہوں۔ اور دنیا کے عروج کی کام بھی پورے کریں۔ اور عسودات کا اندازہ تو ضرورت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس جگہ کے فقر اگرچہ مغزِ دوزخ نہیں کہتے لیکن بے مروت و کوشش اُٹا آجاتا ہے۔ مگر قرآنی سے وقت گزر رہا ہے۔ اور بقدرِ کفایت سنبھلے بیٹھ جاتا ہے۔ نیا دن ہو نئی مدد کی پوری گڑ ہے۔ باقی اس علاقہ کے دوسرے حالات قابلِ تعریف ہیں۔ ان چند مہینوں میں وہاں پھوٹ پڑی تھی۔ جس کی موت کا وقت آنچکا تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ اور اب وہاں وہ ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد و تعریف ہے۔ اور اسی کا احسان ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۶۶

خانمداں کی طرف صادر فرمایا۔

(توبہ و انابت اور تقویٰ و پرہیزگاری اور اسکے تعلقات کے بیان میں)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ ذِي الشَّانِ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

چوں کہ غرضِ بزرگنا ہوں۔ لغزشوں اور تفصیلات اور کمزوریوں میں گمراہی ہے۔ لہذا چاہتا ہوں کہ توبہ و انابت کی بات کروں۔ اور پرہیزگاری اور تقویٰ کی طرف توجہ کروں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَلَىٰ وَتَوَلَّوْا إِلَى اللَّهِ وَجِيعًا إِنَّهَا أُمُومُ مَوْتُونَ

پاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوَلَّوْا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً
كُلَّهَا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَكْفُرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
وَيُبَدِّلَ لَكُمْ حَسَنَاتٍ مِّنْ تَحْتِهَا لَا تَعْلَمُونَ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اے ایماندارو! اللہ تعالیٰ کی طرف غاص توبہ کرو۔ تو سب سے
کہ توبہ و انابت کی بات کروں۔ اور پرہیزگاری اور تقویٰ کی طرف توجہ کروں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَدَّ دَاخِلًا حَرِّ الْإِلَاحِ قَبِيحًا طَسَمًا۔ ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو۔

توگن ہوں سے توبہ کرنا ہر شخص کے لئے فرض میں اور ضروری ہے۔ یہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی انسان اس سے بے نیاز ہو۔ کیسے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ایمان و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بھی توبہ سے بے نیاز نہ ہوتے۔ خاتم النبیین اور پیغمبروں کے سوا اعلیٰ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا: ^۱ توبہ سے دل پر کچھ غبار سا آتا ہے اور میں ان باتوں اپنے اللہ سے ستر مرتبہ بخشش مانگتا ہوں۔

پھر اگر گناہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہوں۔ اور بندوں کے حقوق اور مظالم سے تعلق نہ رکھتے ہوں جیسے زنا کرنا۔ شراب پینا۔ راک سنا اور غیر محرم کی طرف دیکھنا اور قرآن مجید کو بغیر وضو کے ^۲ پڑھنا یا بدعت کا عقیدہ رکھنا قرآن کی توبہ یہ ہے۔ توگن ہوں پنداشتہ اور حسرت و انوس ہوں اللہ تعالیٰ کی جناب میں معافی کی درخواست کرے۔ پھر اگر اس نے ذرا بخش چھوڑے ہوں۔ تو ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

اور اگر گناہ توگوں کے مظالم اور حقوق سے تعلق رکھتے ہوں۔ تو ان کی توبہ اس طرح ہے کہ وہ حقوق ادا کرے اور ان سے معافی لے۔ اور ان سے اچھا سلوک کرے۔ اور ان کے لئے دعا مانگے۔ اور اگر صاحب حق فوت ہو چکا ہو۔ تو اس کے لئے استغفار کرے۔ غنّی کرے۔ سے بخشے اور مال اس کی اولاد اور وارثوں کے سپرد کرے۔ اور اگر اس کے وارث معلوم نہ ہوں۔ تو گناہ اور مال کے اندازے کے مطابق صاحب مال کی نیت سے یا جسے بغیر حق کے تکلیف دی ہے۔ غنّیوں اور مسکینوں پر مال صدقہ کرے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ اور وہ سچے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی کوئی گناہ کرے۔ پھر کھڑا ہو اور وضو کرے۔ اور نماز پڑھے۔ اٹھائے۔ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش مانگے۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔ کہ اس کو معاف کرے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور جو آدمی کوئی برائی کرے۔ یا اپنی جان پر ظلم کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے۔ تو اللہ تعالیٰ کو منظور فرمیں پائے گا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔ جو آدمی کوئی گناہ کرے۔ پھر اس پر اسکوٹا

۱۔ سورہ النعام باب ۱۰۰۔

۲۔ مسلم شریف ۱۲

۳۔ سنن ابی یوسف۔ اور ابن حبان اور ابن اسنی

۴۔ سورہ نساء۔ باب ۱۰۔ والحدیث ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱

ہو تو وہ ندامت اس گناہ کا اظہار ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کہتا ہے میں تجھ سے بخش جاؤ گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کرتا ہوں۔ پھر گناہ کرتا ہے۔ اور پھر اسی طرح کہتا ہے پھر تیسری مرتبہ گناہ کرتا ہے۔ اور عدالت کرتا ہے۔ پھر چوتھی مرتبہ جی ایسا ہی کرتا ہے۔ تو اس وقت اس کا یہ قلب کیوں گنہگار ہوں میں سمجھا جاتا ہے۔ اور حدیث چوتھی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سو گناہ لوگ ہلاک ہو گئے جو کہتے ہیں کہ عترتِ نبوی توبہ کر لیں گے۔

اور لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔ اسے بیٹھا توبہ کو کل پر موقوف نہ کر دینا۔ کیونکہ موت ناگہانی طور پر آجاتی ہے۔

اور مجاہد نے کہا۔ جو آدمی صبح و شام توبہ نہ کرے۔ وہ ظالمین میں سے ہے۔

عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا۔ حرام کا ایک پیسہ واپس کرنا سلال کے سو پیسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ چاندی کی ایک دھڑی واپس کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ سو گناہ مقبول سے زیادہ افضل ہے۔

اسے بتائے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو انہیں نہ بخشے گا۔ اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم حسد اللہ تعالیٰ والوں سے ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے تو میرے ذرائع ادا کر۔ تو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو گا۔ اور میرے لوازم سے باز آجیا۔ تو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو گا۔ اور تو میرے دینے والے لذت پر صبر کر۔ تو سب سے زیادہ حق ہو گا۔

اللہ غفر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا۔ تو پرہیزگار بن جا۔ تو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو گا۔

اور حسن بصریؓ نے فرمایا۔ پرہیزگاری کا ایک ذرہ خدا تعالیٰ کے ہزار مشاغل سے زیادہ بہتر ہے۔

اور ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کل کو اللہ تعالیٰ کے جنتیوں پر ہیزگار اور زہد لوگ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ علی الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی۔ کہ پرہیزگاروں کو جتنا میرا قرب حاصل ہو گا۔

۱۲۔ دینی شریف برودت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ ۱۲

۱۳۔ یہ حدیث دینی کے مسند احمد و سنن ابی یوسف میں ہے۔ اور خطیب بغدادی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

اتنا کسی کو نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے جاننے والوں میں سے بعض نے کہا ہے۔ جب تک آدمی اپنے اوپر دس چیزوں کو فرض نہ کرے اس کی پرہیزگاری پوری نہیں ہوتی۔ پہلی یہ کہ اپنی زبان کو غیبت سے بچائے۔ دوسری یہ کہ بے گمان سے پرہیز کرے۔ تیسری یہ کہ شیعہ اور مذاہب سے بچے جو حق یہ کہ حرام چیزوں سے اپنی نگاہ بند رکھے یا چوٹی یہ کہ ہر بے چارے کی اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات سمجھے۔ تکرارہ مغرور نہ ہو جائے۔ ساتویں یہ کہ اپنے دل کو حق میں غفلت کرے۔ باطل میں غیبت نہ کرے۔ آٹھویں یہ کہ اپنے لئے بلندی اور بڑائی طلب نہ کرے۔ اور نویں یہ کہ فرائض کی حفاظت کرے اور دسویں یہ کہ سنت اور جماعت پر استقامت رکھے۔

اسے ہمارے رب ہمارے نور کو یاد کر۔ اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

میرے مخدوم کرم اور شفقت و کرمات آثار اگر تمام گناہوں سے توبہ کر لیں۔ اور تمام حرام اور شیعہ چیزوں سے پرہیزگاری فرمایا ہو جائے۔ توبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اور اتنا دیر سے کی دولت ہے۔ ورنہ بعض گناہوں سے توبہ اور بعض عورات سے پرہیز بھی غنیمت ہے۔ شاندار بعض کے انوار و برکات دوسرے بعض میں بھی رہتا ہے۔ اور تمام گناہوں سے توبہ اور پرہیز کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو چیز ساری نہ مل سکے۔ وہ ساری نہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اسے اللہ ہمیں بھروسہ دے اور قائد المرسلین و قائم المرسلین علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہم کل من الصلوٰۃ افضلہا ومن الشیخ اکملہا اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ اور اپنی زمانہ مندی کے کاموں کی توفیق عطا فرما۔

مکتوب نمبر ۶۷

خاندان کی طرف سے دعا ہے۔

اہل سنت و جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد اور ارکان مسلمہ اسلام اور کلمہ حق کی کھنکھاتی ترمیم یعنی سلطان وقت کے سامنے اسلام پیش کرنے اور ان کے مناسبات کے بیان میں (

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

گرامی نامہ جواز سے کرم و واقعات فقیرانہ نامہ کے نام روانہ فرمایا تھا۔ سبحانہ و تعالیٰ کی تعریف ہے۔ کہ ایسے پر شہ و اشتہاء وقت میں اقدیائے سعادت کو اپنی فیضی فطرت کی وجہ سے بے مناسبتی کے باوجود فقیرانہ دورا

کار سے نیاز مندی کا خیال ہے۔ اور اس کمالیت کے ساتھ ایمان حاصل ہے۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے، کہ مختلف تعلقات اس دولت کے حاصل کرنے میں رکاوٹ نہیں بنے۔ اور پراگندہ توجہات نے ان کی محبت سے باز نہیں رکھا۔ اس بہت بڑی نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اور امید رکھنی چاہیے کہ آدمی ان ہی کے ساتھ ہوگا جو جس سے اس کی محبت ہوگی۔ یہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

اسے نہایت وسعت و آثار اسب سے پہلے آدمی کو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت و ضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی رائے کے مطابق جو کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ہے فقید کے کا درست کرنا لازمی ہے تاکہ آخری نبیہات و کامیابی متصور ہو سکے اور بد اعتقادی جو اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ستم قائل ہے۔ جو بدیہی سوت اور دائمی عذاب تکسیر پیشاقتی ہے۔ اور اگر اہل میں کچھ کوتاہی اور سستی ہو تو اس کی بخشش کی امید ہو سکتی ہے۔ لیکن عقیدہ میں سستی ہو تو اس کی معافی کی امید نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ کو معاف نہیں کریں گے۔ اور اسکے علاوہ جو گناہ ہیں۔ وہ جسے چاہیں۔ معاف کر دیں۔ (سورہ ناسم)

اہل سنت و جماعت کے عقائد کو مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق اپنے عقیدہ کو تصحیح کریں اور اس دولت پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے عاجزی اور نرازی سے استقامت کی دعا کریں۔ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اس کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ قدیم و ازلی ہیں۔ اور باقی تمام اشیاء حادثہ اللہ نہ پیدا شدہ ہیں۔ اور جو قدیم و ازلی ہے۔ وہ باقی اور ابدی ہے۔ اور جو حادثہ اور نہ پیدا شدہ ہے۔ وہ فنا فی اللہ ہوا کرتا ہے۔ یعنی وہ زوال کے میدان میں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اکیلہ ہے۔ ان کا کوئی شریک نہیں۔ نہ واجب و وجود میں۔ اور نہ محادث کے مستحق ہوتے ہیں۔ وجود و واجب (لازمی طور پر قائم رہتا) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے لائق نہیں اور عبادت کا استحقاق اس کے سوا کسی کے لئے درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ صفات کا بحر رکھتا ہے۔ جن میں سے حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ مع۔ بقر۔ کلام اور نگوین بھی ہیں۔ یہ صفات ازلی اور قدیمی ہیں۔ اور ان جملہ صفات کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔

حوادث کے ساتھ تعلقات کا ہر نام صفات کے قدیم ہونے میں حائل نہیں ڈالتا۔ اور متعلق کا حادثہ ان صفات کی اہلیت کے لئے مانع نہیں ہے۔ فلاسفہ نے اپنی یونانی سے اور مغرب نے اپنے اندھ جان سے متعلق کے حادثہ کو متعلق کے حادثہ سے وابستہ کر دیا ہے۔ اور وہ صفات کا طر کی فنی کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کو جو نبات کا پھانسنے والا نہیں

سمجھتے۔ کہ وہ تفسیر کو مستلزم ہے۔ جو کہ حدوث کی علامت ہے۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ صفات ازلی ہوتی ہیں۔ اور متعلقانہ حادثہ کے ساتھ صفات کا تعلق حادث ہوتا ہے۔

اور تقاضی کی صفات خدا تعالیٰ کی جناب سے معلوم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جو ہر وجہ و اجسام و عناصر کے لوازمات و صفات سے پاک ہے۔ زمان و مکان اور جہت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سب اس کی مخلوق ہیں۔ وہ آدمی بے غیر ہے۔ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو عرش کے اوپر کہتا ہے۔ اور اس کے لئے فوق کی جہت چھوڑ کر کہتا ہے۔ عرش اور اس کے علاوہ اور بھی تمام چیزیں سب حادث ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ مخلوق اور حادث کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ خالق قدیم کا امکان غمخیز ہے۔ اور اس کی قرار گاہ بننے۔

ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ عرش خدا تعالیٰ کی سب سے اشراف مخلوق ہے۔ اور اس میں لہذا صفت اور صفاتی تمام ممکن سے زیادہ ہے۔ وہ دائمی طور پر آئینہ کاظم رکھتا ہے۔ کہ خالق جل و علا کی عظمت اور کبریا کی کاظمی اور اس جگہ ظاہر ہوتا ہے۔ اسی عہد کے تعلق کی دیر سے اسے اللہ تعالیٰ کا عرش کہتے ہیں۔ در عرش اور دوسری چیزیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابر کی نسبت رکھتی ہیں۔ کہ سب اس کی مخلوق ہیں۔ ہاں عرش میں مانندگی کی قاطعت موجود ہے۔ جو دوسروں میں نہیں ہے۔ آئینہ جو آدمی کی شکل دکھاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ شخص آئینہ میں ہے۔ بلکہ اس آدمی اور دوسری تمام سامنے آئے والی چیزوں کی آئینہ سے نسبت برابر ہے۔ فرق ہے تو صرف قبول کرنے والے کی طرف سے ہے۔ آئینہ کسی چیز کی صورت دکھاتا ہے۔ اور دوسری چیزوں میں یہ قابلیت نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جسم اور جہانی نہیں ہے۔ جو ہر اور عرض نہیں ہے۔ متعدد اند تہا ہی نہیں ہے۔ بطویل اور باریض نہیں ہے۔ دراز اور کوتاہ نہیں ہے۔ فراخ اور تنگ نہیں ہے۔ بلکہ وہ فراخی والا ہے۔ لیکن وہ دست نہیں جو ہمارے فہم میں آئے۔ وہ محیط ہے۔ لیکن وہ احاطہ نہیں۔ جس کا اوک کیا جاسکے۔ وہ قریب ہے۔ لیکن وہ قرب نہیں۔ جو ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن معیت متعارف نہیں۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ وہ فراخی والا ہے۔ احاطہ کرنے والا ہے۔ قریب ہے۔ اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ان صفات کی کیفیات کو ہم نہیں جان سکتے۔ کہ وہ کیسی ہیں۔ اور ہم جو کچھ جانتے ہیں۔ اس کے متعلق جانتے ہیں۔ کہ جس کے مذہب میں قدم رکھتا ہے۔

اور ان کسی چیز سے متہ نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی کوئی اور چیز ان سے متہ ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول بھی نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ میں حلول کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے اجزا اور حصص کا ہونا بھی محال ہے۔ اور ترکیب و تحلیل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ممنوع ہے۔ اور ان تعالیٰ کا کوئی مثل اور کفو نہیں ہے۔ جو اس کی ذات و صفات سے چھوٹے و بے پیکون اور بے شبیہ اور بے نمونہ ہیں۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اپنے اسما و صفات کا مل سے جہی سے اپنے آپ کی تعریف کی ہے۔ ان سے متصف ہے۔ لیکن

ان میں سے جو چیزیں ہمارے فہم و ادراک میں آتے۔ اور ہم اسے سمجھ سکیں۔ اور تصور کریں۔ وہ اس سے پاک اور بلند ہے۔ جیسا کہ پہلے گورچک ہے لا تقدیر کہ لا یبصر۔ (انکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں) اسے

سلفہ درینان بالکواہ است بیش ازین پے شہود اند کہ است

جانتا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ترقیاتی ہیں یعنی صاحب شریعت سے سخن پر موقوف ہیں۔ ہر وہ نام جس کا اطلاق شریعت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ہوا ہے۔ اس کا اطلاق کرنا چاہیے۔ اور جو نہیں بولا گیا۔ اسے خدا تعالیٰ کے لئے نہ کہنا چاہیے۔ اگرچہ اس اسم میں کمال کے معنی پائے جائیں۔ مثلاً محمد کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کہنا چاہیے کیونکہ شریعت میں آیا ہے۔ اور سنی کا لفظ نہ کہنا چاہیے۔ کہ نہیں آیا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو کہ حروف اور آواز کے لباس میں آیا ہے۔ اور ہمارے بغیر علیٰ و علیٰ آدمی و اسلام پر جزل ہوا ہے۔ اور اس کے ذریعہ بندوں کو امر اور نہی کا حکم دیا ہے جیسا کہ ہم اپنے کلام انہی کو اپنے صلیق اور زبان کے ذریعہ حروف اور آواز کے لباس میں لاکو ظاہر کرتے ہیں۔ اور اپنے پوشیدہ مقاصد کو ظہور کے میدان میں لاتے ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کو صلیق اور زبان کے وسیلہ کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے گھر لاکو ظاہر کیا ہے۔ ہر بندوں کے لئے جیسا ہے۔ اور اپنے حقیقی امام اور نواہی کو حروف اور آواز کے ضمن میں لاکو ظاہر ظہور پر مبنی۔ اگر ذیالجب پس نور قسم کے کلام اللہ تعالیٰ ہی کے کلام ہیں۔ نفسی اور عقلی ہیں اور کلام کا اطلاق ان دونوں قسموں پر ہر قسم کی حقیقت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے حروف و آواز کے کلام نفسی اور عقلی بطریق حقیقت ہمارے ہی کلام ہیں۔ اس طرح نہیں کہ پہلی قسم حقیقت ہے۔ اور دوسری قسم مجاز۔ اس لئے کہ مجاز کی نفی جائز ہے۔ اور کلام عقلی کی نفی کرنا اور اسے خدا کا کلام نہ کہنا کفر ہے۔

اور اسی طرح وہ کتابیں اور صحیفہ جو پہلے دنیا، علی نبوت و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل فرمائے تھے۔ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہیں۔ اور جو کچھ قرآن اور ان کتابوں اور صحیفوں میں درج ہے۔ وہ خدا تعالیٰ ہی کے احکام ہیں۔ کہ اپنے وقت کے مطابق بندوں کو ان کے ادا کرنے کی تکلیف دی ہے۔

اور مومنوں کا خدا تعالیٰ کو ہمیشہ میں بے جہت اور بے مقابلہ اور بے کیف اور بے احاطہ دیکھنا برحق ہے۔ ہم انحراف کی حد پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اس کی بدیت بلکہ حق ہے۔ اور اس دنیا میں اس کی حقیقت آربابِ حور مجرہ ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اور ایمان کے بغیر ان کو خدا تعالیٰ کا دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ انہوں نے ہے۔ فلا سفر الا مقررہ اور دوسرے تمام بدعتی فرقوں پر کہ وہ اپنی خودی اور اندھا

سلفہ بالکواہ است کے وہ ہیں بھی صرف اتنا ہی جان سکے ہیں کہ وہ ہے۔

سے اخروی رویت کا انکار کرتے ہیں۔ اور غائب کو حاضر پر قیاس کرتے ہیں۔ اور اس پر بھی ایمان کی دولت سے مشرف نہیں ہوتے۔

اور اللہ تعالیٰ جیسے بندوں کا خالق ہے۔ ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ وہ فعل اچھے ہوں یا برے سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں۔ لیکن وہ اچھے کاموں سے راضی ہے۔ اور برے کاموں سے خوش نہیں ہے۔ ہر چند کہ یہ دونوں اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہیں۔ لیکن چاہنا چاہیے۔ کہ تمہا شر کو مہلوی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنا چاہیے۔ بخالق ان شر اور برائی کو پیدا کر لے والا نہ کہنا چاہیے۔ بلکہ خالق النیر و النور و اشر و اعلیٰ اور برائی کو پیدا کرنے والا کہنا چاہیے۔ جیسا کہ علامہ نے کہا ہے۔ کہ حق تعالیٰ کو شر چیز کا خالق نہ کہنا درست ہے۔ اور گندگیوں اور خنزیریوں کو پیدا کرنے والا نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔

معتزلہ جو اپنے اندر دیت پرستی کا اثر رکھتے ہیں۔ افعال کا خالق بندہ کو مانتے ہیں۔ اور اچھے اور برے فعل کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں۔ شریعت اور فعل دونوں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ ہاں علما حق نے بندہ کی قدرت کو اس کے فعل میں دخل انداز نہ کیا ہے اور بندہ کے لئے کسب کا اثبات کیا ہے اس لئے کہ ریشہ والے کی حرکت اور اختیار کا کی حرکت میں واقع فرق ہے۔ ریشہ والے کی حرکت میں بندے کی قدرت اور کسب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور اختیار کی حرکت میں دخل ہے۔ اور اتنا فرق ہی مواخذہ کا باعث ہوتا ہے۔ اور عذاب و ثواب کا اثبات کرتا ہے۔ اکثر آدمی بندہ کی قدرت اور اختیار میں شک رکھتے ہیں۔ اور بندے کو مجبور اور عاجز مانتے ہیں۔ ان لوگوں نے علامہ کی مراد کو نہیں سمجھا ہے۔

بندے میں قدرت اور اختیار کا یہ معنی نہیں ہے۔ کہ جو بندہ چاہے کرے۔ اور جو چاہے نہ کرے۔ یہ تو خود بندگی ہی سے دور ہے۔ بلکہ اختیار کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس چیز کی بندہ کو تکلیف دی گئی ہے۔ وہ اسے کر سکتا ہے۔ مثلاً بچہ وقت نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور چالیسوں حصہ زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے۔ اور بارہ مہینوں میں سے ایک ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے۔ اور اپنی عمر میں سواری اور غصہ کے ہوتے ہوئے حج کر سکتا ہے۔ علمی مذاقیات شریعت کے بال احکام بھی ہیں۔ کہ اگر سجانہ و تھانے سے اپنی کم کم بانی سے بندہ کے ضعف اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے مہولت اللہ آسانی کی رعایت رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُؤَيِّدُ اللَّهُ بِاللَّهِ الْعَاسِرَ وَلَا بَرٍّ وَفِيهِ وَبُحْرٌ
یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ تمہیں تکلیف نہیں کرنا چاہتا۔

لَهُ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يَخْلُقَ مِنْكُمْ ذُرِّيَّةً ۖ وَخَلَقَ
الْإِنْسَانَ صَغِيرًا ۝

اور اللہ تعالیٰ تم سے تکالیف شاقہ کا جو جو ہلکا کرنا چاہتا ہے

اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے کہ وہ شہوات سے صبر نہیں

کر سکتا۔ اور نہ تکالیف شاقہ کو برداشت کر سکتا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو
خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔ اور اگر اسی سے راہ پر لائیں۔ اور جو ان کی دعوت کو قبول کرے اسے بہشت کی خوشخبری
دیں۔ اور جو انکار کرے۔ اسے دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں۔ جو کچھ انہوں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان
کیا ہے۔ اور جو کچھ ان کی کتاب میں ہے۔ اور جو حق ہے۔ اور جو سچ ہے۔ اس میں جھوٹ کا شائبہ نہ ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وعلیٰ آلہ وسلم ہم اہل بیت کی تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ اور آپ کا دین پہلے دینوں کا ماسخ ہے۔ اور آپ کی
کتاب پہلی کتابوں سے بہت ہی بہتر ہے۔ آپ کی شریعت کو کوئی منسوخ کرنے والا نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کی شریعت قیامت
تک باقی رہے گی۔ اور عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو نبیوں میں سے تھے۔ تو آپ ہی کی شریعت پر عمل کریں
گے۔ اور آپ کی امت کی حیثیت سے رہیں گے۔

اور جو کچھ بھی انہوں نے آخرت کے حالات کے متعلق خبریں دی ہیں۔ وہ سب سچ ہیں۔ عذاب قبر ایسا سکی
تنگی اور قبر میں منگھرنے کے سوال اور دنیا کا قہر ہونا اور آسمانوں کا پھٹنا اور ستاروں کا گرتا اور زمین اور پہاڑوں کا
اٹھایا جانا اور ان کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور حشر و نشر اور مدح کا جہم میں واپس آنا اور قیامت کا زلزلہ اور قیامت
کی ہولناکیاں اور اعمال کا معیار اور کئے ہوئے اعمال کے متعلق افسانہ کی شہادت اور نیکیوں اور برائیوں کے حساب
کا دائرہ اور بائیں اٹھنا اور ترازو کا رکھا جانا کہ اس پر نیکیوں اور برائیوں کا وزن کریں۔ اور نیکی اور بدی کی کمی و زیادتی
معلوم کریں۔ اگر نیکیوں کا پتہ پوچھیں ہوگا۔ تو یہ عبادت کی علامت ہے۔ اور اگر ہلکا ہوگا۔ تو یہ خناسے کا نشان ہے اسی
تراز کا ہلکا اور بوجھل ہونا دینے والے ترازو کے برعکس ہے۔ وہاں جو بڑا اور بڑا چڑھا جائے گا۔ وہ بوجھل ہوگا۔ اور جو نیچے رہے گا
وہ ہلکا ہوگا۔

اور انبیاء و صلحاء علیہم السلام تعالیات کی شفاعت باذن اللہ قیامت کے روز مومنوں کے لئے نجات
ہے۔ پہلے مہدیوں کی اور پھر صلحاء کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری شفاعت میری امت
میں سے اہل گناہ کے لئے ہے۔

اور ہر نماز کو دوزخ کی بہشت پر رکھیں گے۔ اور مومن اس سے گندہ کو بہشت میں چلے جائیں گے۔ اور کافر

کے پاس لڑکھڑاہاں گئے۔ اور دوزخ میں گر پڑیں گے۔ یہ حق اور ثابت ہے۔ اور بہشت ہو کہ مسنون کی نعمتوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اور دوزخ کا کافروں کو سزا دینے کے لئے بنائی گئی ہے۔ دونوں مخلوق ہیں۔ اور ہمیشہ عیش و تنگ باقی رہیں گی۔ اور کبھی فنا نہ ہوں گی۔

اور صاحبِ دو کتاب کے بعد مومن جب بہشت میں چلے جائیں گے۔ تو وہ ہمیشہ بہشت ہی میں رہیں گے۔ اور اس سے کبھی باہر نہ آئیں گے۔ اور اسی طرح کافر جب دوزخ میں چلے جائیں گے۔ تو وہ دوزخ ہی میں رہیں گے۔ ان کو ہمیشہ تک سزا ملتی رہے گی۔ ان کی سزائیں تخفیف جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "وَأَن سَأَلَ كَبِيَ الْمَلَائِكَةِ أَتَأْتُونَ النَّارَ؟" اور نہ ہی وہ مہلت دیے جائیں گے۔ اور جس کے دل میں فہم بھری ایمان ہو گا۔ وہ اگر اپنے گناہوں کی زیادتی کے سبب دوزخ میں چلا بھی جائے گا تو اپنے گناہوں کے اندازہ کے مطابق اسے سزا ملے گی۔ اور بالآخر اسے دوزخ سے نکال دیں گے۔ اور اس کے جہنم کو ایمان کی حرمت کی وجہ سے سزا بھی نہ کریں گے۔ جیسے کہ کفار کے جہنم کو سزا دیا جائے گا۔ اور کافروں کی طرح انہیں طوق اور زنجیریں بھی نہیں پہنائی جائیں گی۔ اور فرشتے خداوند تعالیٰ کے حکم پر بندے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ان کے حق میں جائز نہیں ہے۔ جو حکم دیا جاتا ہے۔ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہ عورت اور مرد ہونے سے پاک ہیں۔ اور ان میں کوئی تامل بھی نہیں ہے۔ ان میں سے بعض کو خدا تعالیٰ نے پیغمبر مہربانی کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اور تبلیغِ وحی سے مشرف کیا ہے۔ انہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں اور تصدیقوں کے پیمانے دیے ہیں۔ جو کہ خطا اور غلطی سے محفوظ اور دشمن کے کفر اور تکبر سے معصوم ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ پیغام دیا ہے۔ سب اچانک اور درست ہے۔ اس میں اتکا اور شک و شبہ کا شائبہ نہ ہوگا۔ اور یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور اوامر کی تعمیل کے ساتھ ان کا اور کوئی کام نہیں ہے۔

ایمان دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے۔ کہ جو کچھ تو اتر اور یقین سے ہم تک پہنچا ہے۔ خواہ اجماع و خواہ تنصیف اس کو پس لیا جائے۔ اور اس کا اقرار کیا جائے۔ اور اعتقاد کے اعمال نفسِ ایمان سے خارج ہیں۔ ہاں وہ ایمان میں کمال پہنچاتے ہیں۔ اور من پیدا کرتے ہیں۔

امام اعظم کوئی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے۔ کہ ایمان کی پہلی کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ دل کی تصدیق نفسِ یقین سے جدا ہے۔ کہ اس میں زیادتی اور نقصان کی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو فرق کو قبول کرے۔ وہ ظن اور وہم کے دائرہ میں داخل ہے۔ ایمان میں کمال اور نفس طاعت و حسنات کے اعتبار سے ہے۔ جتنی طاعت زیادہ ہوگی۔ اتنا ہی ایمان کمال

زیادہ ہوگا پس عام مومنوں کا ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ایمان کی مثل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کا ایمان
طلاعت کے ہونے کی وجہ سے اس کمال کی چوٹی تک پہنچا ہوا ہے۔ کہ عام مومنوں کا ایمان اس کی گز کو بھی نہیں پہنچ سکتا
اگرچہ وہوں نفس ایمان میں شرکت رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے ایمان نے طاعت جماعہ کے ایک دوسری حقیقت
پیدا کر لی ہے۔ گوئی کہ ایمان ایمان ان کے ایمان کا فرق ہے۔ اور وہ ایمان جو ایمان کے معنی میں ہے۔

عام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن دوسرے کلمات نے
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بہت بلند درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کی حقیقت ہی اور ہو چکی ہے۔ کہ وہ حقیقت شریک
سے بلند اور برتر ہیں۔ بلکہ وہی انسان ہیں۔ اور عوام انسان سمجھ کر ان کا حکم رکھتے ہیں۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔
رہیں یقینی طور پر مومن ہوں اور امام شافعی کہتے ہیں۔ میں اللہ اللہ مومن ہوں۔ ہم ایک کی ایک توحید ہے
حالیہ ایمان کے لحاظ سے تو کہا جاسکتا ہے۔ نہیں یہ مومن ہوں اور خالق اور انجام کے لحاظ سے کہا جاسکتا ہے
کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔ لیکن یہ قول جس توحید سے بھی کہا جائے۔ بہر صورت اللہ اللہ کہنے سے پرہیز کن بہتر ہے
گناہوں کے ارتکاب سے اگرچہ وہ کبیرے گناہ ہوں۔ کوئی مومن ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اور کفر کے

مطلوع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بہتر شکل کی لٹ لگانے والے حدیث ناطقہ فی پیدا کرنے کے لئے حضرت امام
ربانی قدس سرہ کے دفتر ازل مکتوب لزبر ۲۶ کی مندرجہ ذیل عبارت تو پر لکھتے اور پیش کرتے ہیں۔

فہمینی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات با عامہ و نفسی انسانیت برابر اندر حقیقت و ذات متحدہ۔

لیکن انوس کہ دفتر دوم کے اس مکتوب کی اس عبارت پر غور نہیں کرتے۔ عوام انسان چند انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والتسلیمات و نفس انسانیت شریک اند۔ ان کلمات کو اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بدرجہت علیہم رسانیدہ
است و حقیقت و برتریات کردہ گوینا از حقیقت مشترکہ عالی و برتر اند۔ بلکہ انسان ایشانند

یعنی اگرچہ عوام انسان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ نفس انسانیت میں شریک ہیں۔ لیکن دوسرے کلمات
سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو درجات علیا تک پہنچا دیا ہے۔ ایمان کے لئے دوسری حقیقت ثابت کر دی ہے۔ گو یا یہ حضرت
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقت مشترکہ انسانی سے بلند و برتر ہیں۔ بلکہ انسان ہی صورت ہی ہیں۔

اس عبارت میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ خصوصی کلمات کی بنا پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی حقیقت عوام کی حقیقت سے الگ ہے۔

یہ تو عام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے متعلق فرمایا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تو امام ربانی
قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی حقیقت خود ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور آپ اس امکان سے پیدا نہیں

دارہ میں داخل نہیں ہوا۔ منقول ہے کہ ایک دن امام اعظم علاء الدین کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے اگر پوچھا کہ ایسے مومن فاسق کے حق میں کیا کہتے ہو۔ جو اپنے باپ کو ناحق قتل کرے۔ اور اس کے سر کو تن سے جدا کرے۔ اور اس کے سر کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیئے۔ اور شراب پیئے کے بعد اپنی ماں سے زنا کرے۔ کیا یہ مومن ہے۔ یا کافر سب علماء نے اس کے حق میں غلط کہا۔ اور معاملہ دودر دواز تک پہنچا دیا۔ امام اعظم نے اس اثنا میں فرمایا کہ وہ مومن ہے۔ اور ان کی نازکی وجہ سے ایمان سے باز نہیں ہوا ہے۔ امام کا یہ قول علماء پر گراں گذرا اور طعن و تشنیع میں ان کی زبان دھار ہو گئی۔ بلاخرچہ کہ امام کی بات برحق تھی۔ سب نے اس کو قبول کیا۔ اور اعتراف فرمایا۔

جو نے جس سے باقی تمام مکتوبات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ ایک ہی لفظ والیا بتایا جائے جو صراحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہو۔ کہ آپ ہی نفس انسانیت میں عام انسان کے ساتھ برابر اور متحد ہیں۔ اس کے برعکس ہم مکتوبات شریف سے متعدد ایسی عبارات دیکھتے ہیں۔ جن میں صراحت مذکور ہے۔ کہ آپ کی حقیقت عام انسانوں کی حقیقت سے بالکل الگ ہے۔

اسی بات کو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے۔

- (۱) صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۰۰ سطر ۱۱ میں وارد ہے۔ لست کا مدعی کہ میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں ہوں۔ اس حدیث کے تحت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے لانی اللہات ولانی اللہات یعنی نہ ذات ہیں۔ نہ صفات ہیں۔
 - (۲) صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰۰ سطر ۱۱ میں ہے۔ اے لست شکم میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔
 - (۳) صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰۰ سطر ۱۱ میں ہے۔ اے لست کینکم میں تمہاری ہیئت اور شکل پر نہیں ہوں۔
 - (۴) صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۰۰ سطر ۱۱ میں ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو وصال کے روزوں سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔ اے لست کینکم میں تمہاری ہیئت اور شکل پر نہیں ہوں۔
 - (۵) صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۰۰ سطر ۱۱ میں ہے۔ کہ حضور نے روزہ وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ آپ آئندہ وصال رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ ایک تم میں میری مثل کون ہو سکتا ہے۔
 - (۶) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیرہ جلد دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰۰ میں فرماتے ہیں۔
- والعلم ان تمام الکلام فی هذا الباب ان النفس القدسیہ المفسرۃ حقاقتہا ما جمیعہا سائر الہامی والنفس یعنی نفس قدسیہ نبویہ کی حقیقت ماہیت باقی تمام نفوس کی ماہیت سے الگ اور منفی ہے۔
- (۷) تفسیر کبیرہ جلد دوم صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ مصر سورہ کہف میں ہے۔
- (۸) تفسیر برسلو اللہ

اعراض صلوٰۃ گزشتہ فصول پر اس شخص ان الفاظ مختلفہ بالماہیت یعنی جو اس شخص مختلف الماحیہ ہیں۔

(۸) تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰ مطبوعہ مصر میں ہے۔

و کذا یحییٰ فی کتاب التہذیب ان الایمان علیہ الصلوٰۃ والسلام لا بد وان یکونوا مخلصین غیر نعم فی القوی البہرانیہ والفقہ الزمخشری

(۹) علامہ تطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ جلد اول مشکوٰۃ جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔ اعلم ان من تمام الایمان پر عملی قتالی علیہ وسلم الایمان بان اللہ تعالیٰ یعمل بدین الشریعہ علی وجہ لم یظہر قبلہ ولا بعدہ خلق آدم مثلاً یعنی اس بات کو کہ میں میں رکھوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کمال الایمان یہ ہے۔ کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر یہ لائے۔ کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف کو ایسا پیدا فرمایا جس کی مثل نہ کوئی آپ سے پہلے پیدا ہوا۔ اور نہ آپ کے بعد پیدا ہوگا۔

(۱۰) حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰ مطبوعہ ام قمر مصر میں فرماتے ہیں۔

یابعد انست کہ خلق محمدی و در شب سائر افراد انسانی نیست بلکہ خلق بیخ فرقہ ہے۔ از افراد عالم نامناسبت نہ کہ اوصلی اللہ علیہ وسلم بلکہ لاشعور ہی انور حق جل و علا مخلوق گشتہ است۔ کہ اقل علیہ و علی علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من قدامہ و دیگران را از دولت شہر نشدہ است۔

جاننا چاہیے۔ کہ حضور علیہ السلام کی خلق پیدائش دوسرے افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ افراد عالم میں سے کسی بھی فرقہ کے ساتھ آپ کی پیدائش کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آپ لاشعور ہی کے باوجود حق جل و علا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور دوسرے کسی کو بھی یہ دولت شہر نہیں ملتی ہے۔ اسی مکتوب میں ان مذکورہ سطحوں کے بعد پورا الفہم مطالعہ کے لائق ہے۔

مختصر یہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ نفس انسانیت میں ملام انسانی کے ساتھ برابر و متحد ہیں۔ حدت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقوف و مسلک کے خلاف ہے۔ اعادیت صیح اور مستند مفسرین کے اقوال بھی اس عقیدے کے بیان میں صریح ہیں۔ اللہ تعالیٰ بدعتیہ کی سے بچائے۔ احمد ادب و احترام کی توفیق عطا کرے۔

اگر انہیں مومن سکرات موت سے پہلے توبہ کی توفیق پائے تو نجات کی بہت بڑی امید ہے۔ کہ توبہ قبول کر سکتے کا وعدہ ہے۔ اور اگر توبہ و نجات سے مشورت نہ ہو تو اس کا معاذ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور جنت میں بھیج دے۔ اور اگر چاہے۔ تو ان کے مطابق سزا دے۔ آگ سے یا بغیر آگ کے لیکن آخر کار اس کی نجات ہے۔ اور اس کا انجام بہشت ہے۔ کیونکہ آخرت میں خدا تعالیٰ کی رحمت سے محدودی کافروں کے ساتھ خاص ہے۔ اور جس میں ایمان کا ایک ذرہ بھی ہوگا۔ وہ رحمت کا امیدوار ہے۔ اگر اپنے گناہوں کی وجہ سے ابتدا میں خدا کی رحمت تک پہنچا تو آخر میں اسکو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ملے جو جانے کی آگے ہمارے رب ہمارے دونوں کو ہدایت کے بعد تیرے ہمارے۔ اور میں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما۔ یقیناً تیری عنایت کر سنے والا ہے۔

امامت اور خلافت کی بحث اگرچہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اصول دین سے نہیں ہے۔ اور یہ عقیدے سے تعلق نہیں رکھتی۔ لیکن چونکہ شیعہ اس باب میں غلو کرتے ہیں اور افراط و تفریط کرتے ہیں۔ تو اس غرور کی بنا پر علم اہل حق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس بحث کو علم کلام سے ملحق کر دیا ہے۔ اور حقیقت محل سے آگاہ کر دیا ہے۔ حضرت خاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کی انصافیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

حضرات شیخین کی انصافیت اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اسکو اکابر ائمہ نے نقل کیا ہے۔ کہ ان میں سے ایک امام شافعی ہیں۔ شیخ ابو الحسن اشعری جو کہ اہل سنت کے سردار ہیں۔ فرماتے ہیں کہ باقی امت پر شیخین کی انصافیت یقینی ہے۔ دوسرے صحابہ پر شیخین کی انصافیت کا انکار کوئی جاہل یا متعصب ہی کرے گا۔ حضرت امیر کرم و جہ فرماتے ہیں۔ جو آدمی مجھے حضرت ابو بکر اور عمر پر نفیست دیتا ہے۔ وہ مفسر ہے۔ میں اسے جنت لگانے والے کی طرح کوڑے لگاؤں گا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی کتب فقہیہ میں فرماتے ہیں۔ اور ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب مجھے معراج ہوا تو میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے بعد خلیفہ حضرت علی بن ابی طالب ہو۔ اور میں نے فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ وہ ہوتا ہے۔ آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابو بکر ہیں اور شیخ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ کہ میرے بعد خلیفہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس وقت تک رخصت نہیں ہوتے۔ جب تک کہ انہوں نے مجھ سے عہد نہ لے لیا۔ کہ میری وفات کے بعد خلیفہ حضرت ابو بکر ہوں گے اور ان کے بعد عمر اور ان کے بعد عثمان اور ان کے بعد تم خلیفہ ہو گے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور حضرت امام حسن حضرت امام حسین سے افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہما اور علمائے اہل سنت علم اور اجتہاد میں حضرت دانش کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر نفیست دیتے ہیں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ عنہ ہیں حضرت

عائشہ کو مطلقاً فضیلت دیتے ہیں۔ اور اس فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ علم اور اجتہاد میں افضل ہیں۔ اور حضرت فاطمہ زہرا و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبت ہونے میں بہتر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہ کو بڑا بول کہتے ہیں جو کہ دنیا سے منقطع ہونے میں مبالغہ کا معنی ہے۔ اور حضرت عائشہ صحابہ کرام و عثمان اللہ علیہم اجمعین کے عمارتی کام جمع تھیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر علم میں کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی۔ جس کا حل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نہ ہو۔

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو جھگڑے اور جھگڑیں ہوتی ہیں۔ مثلاً جھگڑا جل و جنگ سفین تووان کو اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیے۔ اور خواہشات اور تعصب سے دور رہنا چاہیے۔ کہ ان بڑے گوروں کے نفوس پر خیر علیہ الصلوٰات والسلام کی صحبت میں خواہشات اور تعصب سے پاک ہو چکے تھے۔ اور حرص و کینہ سے بالکل صاف تھے۔ وہ اگر صلح کرتے تھے۔ تو حق کے لئے اور اگر جھگڑا کرتے تھے۔ تو وہ بھی حق کے لئے ہرگز وہ اپنے اہتمام کے مطابق عمل کرتا تھا۔ اور خواہشات اور تعصب کے شائبہ سے پاک ہو کر مخالفت کی مداخلت کرتا تھا پھر جس کا اجتہاد درست ہوا۔ اسے دور بے ادبیاں۔ قول کے مطابق اس درجے کا ثواب ملتا ہے۔ اور جس کا اجتہاد درست نہ ہوا اسے بھی ایک درجہ ثواب مل گیا۔ پس خطا کرنے والا بھی درست اجتہاد کرنے والے کی طرح ملامت کا مستحق نہیں ہے۔ وہ بھی درجات ثواب میں سے ایک درجہ کی امید رکھتا ہے۔

علماء نے کہا ہے۔ کہ ان جھگڑوں میں حق حضرت امیر کی طرف تھا۔ کرم اللہ وجہہ اور مخالفین کا اجتہاد درست نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ طعن کرنے کے مستحق نہیں ہیں۔ اور ملامت کی گنجائش نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ ان کو کا فر یا فاسق کہا جائے۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ کہ تمہارے بھائی ہم پر یہ بھائی برسے ہیں۔ وہ نہ کا فر ہیں۔ نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تائید ہے جو کفر و فسق سے روکتی ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو اختلاف میرے صحابہ میں ہوں۔ ان میں زبان کشائی سے بچنا پس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو بزرگ سمجھنا چاہیے۔ اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے۔ اور ان میں سے کسی بزرگ کے حق میں برا نہ بولا چاہیے۔ اور نہ ہی بدگمانی کرنی چاہیے اور ان کے جھگڑوں کو دوسروں کی مصالحت سے بہتر سمجھنا چاہیے۔ نجات اور خلاصی کا صرف یہی طریقہ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کی دوستی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کی وجہ سے ہے۔ اور ان سے دشمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی تک لے جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی عزت نہ کی۔ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جی کوئی ایمان نہیں ہے۔

اور قیامت کی علامتیں جن کی خبر پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ وہ سب برحق ہیں۔ ان میں خلافت ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ مثلاً خلافت عادت سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ اور حضرت مہدی علیہ

الرضوان کا ظہور اور حضرت روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول اور وہاں کا لکھنا اور یہاں کا جہنم کا لکھنا ہوگا۔ اور وہاں ہر مرض کا لکھنا اور ایک دھوئیں کا آسمان سے پیدا ہونا جو تمام لوگوں کو گھیرے گا۔ اور وہاں کا عذاب میں جتنا کرے گا۔ آدمی بے قدری میں کہیں گے۔ اسے ہمارے پروردگار ہم کو اس عذاب سے بچائے ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور آخری علامت آگ ہے۔ جو عدن سے اٹھے گی۔

اور ایک جماعت نے اپنی بوقرانی سے ایک ایسے آدمی کو مہدی موعود تسلیم کر لیا ہے۔ جس نے ہندوستان میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا پس ان کے خیال کے مطابق تو مہدی ہو چکا اور فوت ہو گیا۔ اور کہتے ہیں کہ اسکی قبر وہاں ہے۔ اور صمدی کی احادیث میں جو شہرت کی حد بلکہ معنی تو آخر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کی تکذیب موجود ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کی علامات بیان کر دی ہیں۔ اور اس شخص میں جسکو انہوں نے مہدی سمجھ رکھا ہے۔ یہ علامات مفقود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آیا ہے کہ مہدی موعود ظاہر ہوں گے۔ اور ان کے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا ہوگا۔ اور اس بادل میں ایک فرشتہ ہوگا۔ جو آواز دے گا۔ کہ یہ شخص مہدی ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ اور سو کرو صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چار آدمی تمام زمین کے مالک ہوں گے۔ ان میں سے دو مومن ہیں۔ اور دو کافر مومنوں میں سے خدا تعالیٰ ان کو سلیمان اور سلیمان کا اور کافروں میں نمرود اور نمرود کا اور پانچواں آدمی جو تمام زمین کا مالک ہوگا۔ وہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ یعنی مہدی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک ایسا آدمی پیدا نہ کرے۔ جس کا نام میرے نام جیسا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام جیسا ہوگا۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ وہ پہلے ظلم اور جفا سے بھری ہوگی۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اصحاب کہف حضرت مہدی کے مددگار ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔ اور وہ جہاں کے ساتھ جنگ کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ دیں گے۔ اور ان کی تسلیت کے ظہور کے زمانہ میں چھوڑ دینا شریف کو سونپ کر دیں ہوگا۔ اور اس مہدین کی ابتداء میں چاند گرہن ہوگا۔ اور یہ منجھوں کے حساب اور زمانہ کی عادت کے برخلاف ہوگا۔

انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ کہ یہ علامات اس مرتبے والے (سید محمد جوینوردی) شخص میں موجود ہیں یا نہیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی علامات ہیں جو بغیر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہیں۔ شیخ ابن حجر کی نے

مہدی موعود کی علامات میں ایک رسا رکھا ہے۔ جن کی تعداد دو سو گیسو بتائی ہے۔ نہایت ہی جہالت ہے کہ مہدی موعود کا معاملہ آسمان و شمع ہونے کے باوجود ایک جماعت گمراہی میں پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو سیدھے راستے کی راہنمائی فرمائے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کو بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ان میں صرف ایک فرقہ جنتی ہے۔ باقی سب دوزخی ہیں۔ اہل قریب ہے کہ میری امت ان بہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے۔ وہ سب دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ مسجد بنے پچھا کہ وہ بھارت پانے والا فرقہ کون سے لوگ ہوں گے؟ تو ان حضرات نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کا طریقہ وہی ہوگا جو نبی اور میرے صحابہ کا طریقہ ہے۔ علی اکرم الصلوٰۃ والسلام اور وہ بھارت پانے والا ایک فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو لازم بلکے چکے ہیں۔ اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اہلسنت و جماعت کے عقیدہ پر نشان قدم رکھ۔ اور انہیں کی جماعت میں ہماری موت ہو۔ اور انہیں میں ہم کو اٹھا۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو جہالت دینے کے بعد ہر گناہ کر دے۔ اور اپنی جناب سے رحمت عذبت فرما بقینا تو ہی عنایت کرے والا ہے۔

عقیدے کی تصریح کے بعد شریعت کے دائرہ کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب بھی نہایت ضروری ہے۔ اس سے چارہ نہیں ہے۔ پنج وقتہ بغیر سستی کے تعدیل ارکان کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ گھر اور اسلام میں فرق کرنے والی یہی نماز ہے۔ اور سب مستون طریقہ پر نماز کی ادائیگی میسر ہو گئی۔ تو سمجھو کہ اسلام کی خطیہ طور سی ہاتھ میں آگئی۔ کیونکہ اسلام کے پنجگانہ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ اور پہلا رکن اللہ جل شانہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ اور دوسرا رکن نماز ہے۔ اور تیسرا رکن زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ اور چوتھا رکن رمضان شریف کے روزے ہیں۔ اور پانچواں رکن بیت اللہ شریف کا گنا ہے۔

پہلا اصل ایمان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور باقی چار اصول اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان میں جامع ترین اور بہترین عبارت نماز ہے۔ قیامت کے روز حساب کتاب کی ابتدا اسی نماز سے ہوگی۔ اگر نماز درست ہوئی۔ تو خدا تعالیٰ کی مہربانی سے باقی حساب آسانی سے ہو جائے گا۔

اور جہاں تک ہو سکے۔ شرعی منوعات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور خدا تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں کو رسم قائل سمجھنا چاہیے۔ اور اپنی کوتاہیوں کے مواد کو نظر میں رکھنا چاہیے۔ اور ان کے ارتکاب سے شرمندہ و متقفل ہونا چاہیے۔

اسلامیہ حدیث ترمذی مسند احمد ابو یوسف وغیرہ میں روایت کی ہے ابو عبد اللہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اور ندامت و حسرت و افسوس کو سراپا پیچھے نہ کہ نہدنی کا طریقہ یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دیتے والا ہے۔ اور جو آدمی خدا تعالیٰ کی ایسی خدمت و پیروی کا بے تقاضا رُخا پ کرے۔ اور اپنی اس بڑا عالمی سے شرمندہ میں نہ ہو تو ایسا آدمی شکر اور سرکش ہے اس کا یہ امر اور سرکش قریب ہے۔ کہ اسے اسلام کے دائرہ سے باہر لے جائے۔ اور دشمنوں کے دائرہ میں داخل کر دے۔ اسے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے دامنِ عنایت (یا) اللہ ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر دے۔

ایک ایسی دولت جس سے حق بجانب و قلمائے آپ کو متاثر فرمایا ہے۔ اور آدمی اس دولت سے بے خبر ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو بھی وہ دولت معلوم نہ ہو۔ وہ دولت یہ ہے کہ وقت کا بادشاہ جو کہ سائنس و پشت سے مسلمان چلا آ رہا ہے۔ اور اہل سنت سے ہے۔ اور حنفی نہ ہے۔ یہ رُختاب اگرچہ کچھ سال پہلے ہی ہے۔ کہ ایسے وقت میں کہ قریب قیامت کا وقت ہے۔ اور عہد نبوت سے دور کا زمانہ ہے۔ بعضے طالب علم طبع کی نحوست سے جو کہ حقیقت باطن سے پیدا ہوتا ہے۔ بادشاہوں کے امر و کانفریب حاصل کرتے ہیں۔ اور ان کی خوشامد کرتے ہیں۔ اور دین میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ اور سادہ لوح لوگوں کو بدعتی راہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ ایسا عظیم الشان بادشاہ جب کہ آپ کی بات کو کچھ طرح سناتا ہے۔ اور اسے قبول بھی کرتا ہے۔ تو یہ گستاخ و شری و دوست ہے۔ کہ اس کے کانوں میں صراحتاً یا اشارتاً آپ کا حق یعنی اسلام کا کلام جو کہ اہل سنت و جماعت شکرانہ قلمائے معجم کے عقیدہ کے موافق ہو ڈالتے ہیں اور یعنی ہی آپ کو گناہ پانی۔ اہل حق کی بات بادشاہ کے سامنے پیش کریں۔ بلکہ ہمیشہ اس جستجو میں رہیں کہ کوئی موقع نہ پیدا ہو کہ مذہب و ملت کی بات پہلے نکلے۔ تاکہ اسلام کی حقانیت کا انکار ہو سکے۔ اور کفر و کفری کی بوائی اور اعلان ظاہر کیا جاسکے۔

کفر و ظاہر ابطلان جنہ ہے۔ کوئی عقائد آدمی اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور اس کے اعلان کو بے تقاضا ظاہر کرنا چاہیے۔ اور ان کے معبود ان باطل کی بے توقف نفی کرنا چاہیے۔ چنانچہ اعلیٰ شان بے شان۔ و بے شبہ آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ کبھی آپ نے یہ سنا ہے۔ کہ ان کے باطل معبودوں نے ایک مچھر پیدا کیا ہو۔ اگرچہ وہ سب جمع ہو جائیں۔ اور اگر کوئی پھر ان کو کاٹ جائے۔ یا تکلیف پہنچائے۔ تو ان کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔ یہ چاہیے کہ وہ دوسروں کی حفاظت کریں۔ کافر لوگ اس امر کی بوائی کو محسوس کرتے ہی لپکتے ہیں۔ کہ یہ معبود خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ اور میں خدا تعالیٰ کے نزدیک کر دیتے ہیں۔ یہ بے وقوف لوگ ہیں۔ انہوں نے کہاں سے سمجھ رکھا ہے۔ کہ یہ بے جا بت شفاعت کی مجال رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان شریکوں کی سفارش کو جو کہ حقیقت میں اس کے دشمن ہیں۔ دشمنوں کے ہندوں کے حق میں قبول کر لیں گے۔

اس کی مثال تو ایسی ہے۔ کہ لکھو: مٹی لوگ بادشاہ کے برخلاف بغاوت کریں۔ اور یہ تو قریب کی ایک جماعت اس خیال سے ان باطلوں کی امداد کرنے لگے۔ مگر مشکل کے وقت میں یہ باطلی بادشاہ کے پاس ہماری سفارش کر دیں گے۔ اور ان کے وسیلے سے ہم بادشاہ کا قریب حاصل کر سکیں گے۔ لکھتے بڑے بے وقوف ہیں۔ کہ باغیوں کی خدمت کرتے

وہ۔ اور باغیوں کی سفارش سے بادشاہ سے معافی چاہتے ہیں۔ اور اس کا لقب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہ برحق کی خدمت کیوں نہیں کرتے۔ اور باغیوں کو شکست کیوں نہیں دیتے تاکہ اہل قرب۔ اور اہل حق سے جو جائیں۔ اور امن و امان میں رہیں۔

یہ جو قوت و طاقت ایک پتھر کو دیتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کو تراشتے ہیں۔ اور کئی سال تک اس کی پرتش کرتے ہیں۔ اور اس سے امیدیں رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ کافروں کا دین ظالم سلطان ہے۔ اور مسلمانوں میں سے جو بھی راہ حق اور سید علی راہ سے دور چلا گیا ہے۔ وہ خواہش کا بندہ اور بدعتی ہے۔ اور وہ سید حمی راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہ وسلم اربعین کی راہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنی کتاب فقیہ میں فرماتے ہیں۔ کہ بدعتی لوگوں کے گردہ کہ جس کے اصول و معامات ہیں۔ یہ لوگ ہیں۔ خواہش۔ شیعہ۔ معتزلہ۔ سریشہ۔ مشبہہ۔ جہشہ۔ ضراریہ۔ بغاریہ۔ کلاشیہ۔ لوگ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے۔ اور نہ ہی حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اربعین کی خلافت کے زمانہ میں تھے۔ ان جماعتوں کا اختلاف اور فرقہ بندی صحابہ و تابعین اور فقہائے سید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اربعین کی وفات کے بعد کئی سال بعد ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو آدمی میرے بعد زندہ رہے گا۔ وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا پس تم لوگ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑو۔ اور دین میں شے پیدا ہونے والے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور جو کچھ میرے بعد دین میں نیا پیدا ہوگا۔ وہ مردود ہے۔

پس وہ مذہب جو حضرت اور خلفائے راشدین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ کے بعد پیدا ہو۔ وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ قوم کے قابل ہے۔ اس دولت عظمیٰ کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔ کہ بعض اپنے فضل و کرم سے اس نے ہمیں فرقہ تاجیہ میں داخل فرمایا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل سنت و جماعت ہیں۔ اہل اہل کا اور بدعتی فرقہ میں پیدا نہ کیا۔ اور ان کے فاسد اقتادات میں مبتلا نہ کیا۔ اور اس جماعت سے نہ بنایا۔ جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور بندے کے افعال کا خالق بندہ کو سمجھتے ہیں۔ اللہ آخرت میں رویت خداوند کے منکر ہیں۔ جو کہ دینی و دنیاوی دونوں کا سربراہ ہے۔ اور واجب تعالیٰ سے صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں۔

اور ان دو جماعتوں سے بھی نہ بنایا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی توہین کرتے ہیں۔ اور ان کا بڑے سے بڑا نفی رکھتے ہیں۔ اور ان کو آپس میں ایک دوسرے کا دشمن سمجھتے ہیں۔ اور ان پر بغض اور اندوہ کی کینہ کی تہمت لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگواروں کے حق میں رحمہما بیٹھتا ہے۔ آپس میں رحم دلی ہیں۔ نہ فرماتے ہیں۔ اور یہ دونوں جماعتیں خدا تعالیٰ کے کلام کو چھٹلاتی ہیں۔ اور ان بزرگواروں میں کینہ و عداوت و بغض ثابت کرتے ہیں۔ اللہ

لغائے ان کو توفیق دے۔ اور انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔

اور یہ اس کا احسان ہے۔ کہ ہمیں اس جماعت سے بھی رہنمایا۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے جہت اور مکان ثابت کرتے ہیں اور اسے جسم اور جسمانی سمجھتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ میں وحدت اور امکان کی علامت ثابت کرتے ہیں۔

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے۔ کہ بادشاہ کی مثال روح کی طرح ہے اور باقی انسان جسم کی طرح ہیں۔ اگر روح درست ہے۔ تو تمام جسم درست ہے۔ اور اگر روح فاسد ہے۔ تو سارا بدن فاسد ہے۔ پس بادشاہ کی اصلاح کی کوشش کرنا تمام نبی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے۔ اور اصلاح اسلام کے کلمہ کے اظہار میں ہے۔ بہر صورت جس وقت بھی گنجائش ملے۔ اور کل اسلام اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق لکھنے کا موقع ملے۔ تو مفتاح بادشاہ کے کان میں ڈالتے رہیں۔ اور مخالفین کے مذہب کی تردید کریں۔ اگر یہ دولت میسر ہو جائے۔ تو انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیٰات کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آجائے۔ آپ کو یہ دولت محنت میں ملی ہوئی ہے۔ اس کی تعداد کو سمجھیں۔ زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے۔ اگرچہ اس جگہ جتنا بھی مبالغہ اور تاکید کی جائے اچھی ہے۔ اور اللہ سبحانہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

مکتوب نمبر ۶۸

خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا۔

نورانی ستون اور دھارستانہ جو کہ مشرق کی جانب سے طلوع ہوا تھا۔ اور علامات قیامت

اور اس کے تعلقات کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

تمام تدبیریں اس اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے اس اسلام کی طرف ہماری راہنمائی کی۔ اور اگر ہمیں اللہ تعالیٰ راہنمائی نہ کرتا۔ تو ہم کبھی راہ نہ پا سکتے۔ ہمارے رب کے رسول علیہم الصلوٰات والتسلیٰات والبرکات حق لے کر آئے۔

فرزند عزیز نے جو گرامی نامہ ولادتِ اربعین کے ہاتھ ارسال کیا تھا۔ انہوں نے بہت پیچیدہ بہت خوشی ہوئی۔ اس نورانی ستون کے متعلق جو کہ مشرق کی جانب ظاہر ہوا ہے۔ دوبارہ سوال کیا ہے۔ جاننا چاہیے۔ کہ حدیث میں کیا ہے

کہ جب عباسی بادشاہ جو کہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے ظہور کے مقدمات میں سے ہوگا، فرما سان پئے گا تو مشرق کی جانب دو دعوتوں والی ایک شمع طلوع ہوگی۔ اور حاشیہ میں لکھا ہے۔ یعنی نورانی ستون کہ جس کے دو سر ہیں گئے۔ اور اس کا پہلا طلوع حضرت نور علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے ہلاک ہونے کے وقت ہوا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں طلوع ہوا۔ جب کہ ان کو کافروں نے آگ میں پھینکا۔ پھر فرعون اللہ اس کی قوم کی طرف سے اس کی طرف سے وقت ظاہر ہوا۔ اور پھر جب حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ اس وقت ظاہر ہوا۔ پس جب اس کو دیکھو تو خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے اس روشنی کے شرعے پناہ مانگو۔ جو کہ مشرق کی طرف نمودار ہوئی ہے۔ پہلے یہ ستون کی صورت میں روشن ہوئی۔ اس کے بعد مسیح ہو گئی۔ اور مسیح کی شکل و صورت کے مثل ہو گئی۔ اور دوسرے اس لحاظ سے فرمائے ہوں۔ کہ اس شمع کے دونوں کتے سے باریک دیکھتے۔ جو دعوتوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ پس دونوں اطراف کو دو سر اعتبار کیا۔ جیسا کہ نیزہ کہ اس کی دونوں طرفیں باریک ہوتی ہیں۔ ان کو دو سر کہتے ہیں۔

میرے بھائی شیخ محمد طاہر بدخشی جو نہایت آئے ہیں کہتے ہیں کہ اس ستون کے بھی اوپر جا کر دو سر فٹے۔ اور دونوں کی طرح جن میں کچھ فاصلہ ہو۔ انہوں نے چٹیل میدان میں اس کو صاف طور پر ایسا دیکھا ہوگا۔ اور کچھ اور لوگوں نے بھی ایسی ہی اطلاع دی ہے۔ یہ طلوع اس طلوع کے علاوہ ہے۔ جو حضرت مہدی کے آنے کے وقت ظاہر ہوگا۔ کیونکہ مہدی علیہ الرضوان کی آمد صدی کے شروع میں ہوگی۔ اور اس وقت سو سے اٹھائیس برس اوپر ہو چکے ہیں۔ اور حدیث میں مہدی کے علامات میں یہ بھی آیا ہے کہ مشرق کی طرف سے ایک ستارہ طلوع ہوگا۔ جس کی نورانی دم ہوگی۔ یہ ستارہ وہ ہے۔ یا مثل اس کی۔ اس ستارہ کو بھی دمدار ہوا چاہیے جس کے لئے کہتے ہیں کہ ملاحہ یونان کے کہا ہے۔ ثوابت ستاروں کی سیر مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ پس یہ ستارہ بھی اپنی طبعی سیر میں مشرق کی جانب منہ رکھتا ہے۔ اور اس کی پشت مغرب کی طرف ہے۔ پس یہ سفیدی کی درازی اس کی پیٹھ کے پیچھے ہے جو دم کے مناسب ہے۔ اور وہ جو مشرق سے مغرب کی طرف سرزد ہوتا جاتا ہے۔ وہ اس کی غیر طبعی سیر ہے جو بلند اعظم کی سیر کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت مہدی کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ آغاز صدی تک جو کہ ان کا ظہور کا وقت ہے۔ دیکھو کتنے مقدمات و نبیوی ظہور ہیں آئے ہیں۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کے مقدمات و مبادی ہمارے پیغمبر علیہ و علی آکر الصلوٰۃ والتسلیمات کے اہانتات کی طرح ہیں۔ جو کہ اکی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ظہور سے

پہلے ظاہر ہونے تھے۔ چنانچہ علامہ نے کہا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کے لفظ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آمنہ کے رحم میں قرار پکڑا تو تمام بدنہ زمین کے بت اور دھڑے گر پڑے اور تمام شیطان اپنے کام سے رک گئے اور اہلین علیہ السلام کے تخت کو فرشتوں نے اٹھ دیا اور اسے منہ میں پھینک دیا اور چالیس روز تک اسے سزا ملتی رہی۔ اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات میں کسری کا میل کانا پیا گیا اور اس کے چودہ منگریے گر پڑے۔ اور فارسی کی وہ عظیم الگ جو ہر بار ایک ہزار سال سے روشن تھی۔ ایک ایک بجھ گئی۔

اور چونکہ حضرت مہدی بہت بزرگ آدمی ہوں گے۔ اور ان کے سبب سے اسلام اور مسلمانوں کو عظیم تقویت حاصل ہوگی۔ اور ان کی ولایت ظاہر و باطن میں عظیم تعریف رکھے گی۔ اور ان سے بہت سی کمالات اور خوارق ظاہر ہونگے اور ان کے زمانہ میں عجیب و غریب حالات ظہور پذیر ہوں گے ہو سکتا ہے کہ ان کے وجود سے پہلے بھی کچھ چیزیں آ رہی تھیں جیسے الصلوٰۃ والسلام کی طرح ظاہر ہوں۔ اور آپ نے ظہور کی تمہید نہیں۔ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ جان لینا چاہیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ مہدی اس وقت تک نہ آئے۔ ہوں گے۔ جب تک کہ کفر غالب نہ آجائے۔ اور ہر کافر اور کافری نہ ہونے تک۔ پس اس وقت میں کفر اور کافری کے غلبہ اور اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کی توقع ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کو مبارک باد دی ہے اور شہادت سنا دی ہے اور فرمایا ہے کہ تائید کے زمانہ میں عبادت کو میری طرف رجعت کرنے کی طرح ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ قتل و فساد کے غلبہ کے وقت اگر کچھ سپاہی صفوں کی سی جمی جرات فرمائیں تو ان کا اعتبار بہت زیادہ ہر جہاں جاتا ہے۔ اور ہر سکون مہلت میں اگر ہزار خود بھی کریں۔ تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ پس کام کرنے اور اسکے قبول ہونے کا یہی فتور کا وقت ہے۔ کلی طور پر اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں لگائے رکھیں۔ اور سنت سنی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے بغیر کسی چیز کو اختیار نہ کریں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مقبولین ہوں گے۔ میں آپ کا مشہور۔ اصحاب کہف ایک ہجرت کے سبب جو وقت کے غلبہ کے وقت ان سے وجود میں آئی تھی۔ بہت بلند مقام پر پہنچ گئے۔ تم تو خود مہدی ہو۔ اور خیر الائم میں داخل ہو۔ اپنا وقت بہو لعب میں ضائع نہ کرو۔ اور بچوں کی طرح اخوت اور منہ سے کر بیکہ وقوف نہ بنو۔ سنو۔

والہم تراز گنج مقصود نشاں
اگر مہدی یرم تو نشانیہ برسی

سنو ان روایات کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ شریف میں ذکر کیا ہے۔ نیز ان کی تحریر اور ان کے مناد بھی

یہاں لکھے ہیں۔

(آئی بر صفا ستندہ)

علامہ مسلم شریف بروایت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ۱۲۰

اور وہ تعدادی ستون ہو کر اس دربار سے پہلے ظاہر ہوا تھا۔ اس میں کوئی عظمت و کدورت معلوم نہیں ہوتی اور سوائے خیر و برکت کے اور کچھ نظر نہیں آتا لیکن یہ دربار سرور و کدورت کا گھر نہ رکھتا ہے نہیں بلکہ مہربان اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نفع دے۔ کسی ستارہ میں بھی کسی آدمی کی موت یا کسی کی زندگی و ولایت نہیں کی گئی ہے۔ جو کچھ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ اخلاص جو ستاروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ صفت تین چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور وہ جھگڑوں اور سمندر کے سطحوں سمندوں سے راہ پاتے ہیں (سورہ نعل) اور فرماتے ہیں۔ اور جسے شک ہم نے ستاروں سے آسمان کو زینت دی۔ اور انہیں شیطانوں کے رجم کا سبب بنایا اور سورہ ملک، یعنی دوسری غرض آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کرنا ہے۔ اور تیسری غرض شیطانوں کا رجم ان سے وابستہ ہے۔ تاکہ وہ چھپ کر باتیں نہ سن سکیں۔ ان تین غرضوں کے علاوہ جو کچھ بھی لوگ کہتے ہیں۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ وہ ارباب اور خیالات میں داخل ہے۔ یقیناً ظن حق سے کچھ بھی کفایت نہیں کرتا بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ بعض ظن گناہ ہیں۔

فرزند عزیز! دوبارہ لکھتا ہوں۔ کہ توبہ و نجات کا وقت ہے۔ اور دنیا سے علیحدگی اور انقطاع کا وقت ہے کہ قوتوں کے دروازہ باز نہ ہے۔ اور نزدیک ہے کہ ہر صحت کے موسم کی بارش کی طرح فتنے گریں۔ اور دنیا کو اپنا پلیٹ میں لے لیں۔ فجر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ قیامت سے پہلے سیدرات کے ٹکڑے کی طرح فتنے ہونگے ان میں آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا۔ تو صبح کو کافر اس میں بیٹھ رہے والا کھڑے سے بہتر ہوگا۔ اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ ان کی تہنیت

کاٹ ڈالنا۔ اور اپنی تلواروں کو پتھروں پر مار کر ناکارہ کر دینا۔ اگر کوئی تم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ناکارہ کرے۔ دونوں بیٹوں میں سے بہتر بیٹے کی طرح ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ صحابہ نے پوچھا آپ نہیں کیا علم دیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے گھروں میں بیٹھے رہنا اور ایک روایت میں ہے۔ اپنے گھروں کی کونٹھوں میں چلے جانا۔

آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ انہیں دنوں میں دار الحرب کے کافروں نے غرلوٹ کے گرد و نواح میں مسلمانوں پر اور ان کے شہروں پر کیا کیا ظلم کئے ہیں۔ اور ان کی کتنی ہانت کی ہے۔ اللہ سباز و تعالیٰ ان کو قبول کرے۔ آخری زمانہ کے قحطی کے مطابق اس طرح کے بدبودار کھتے ہی پھول کھیں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو بھی اور تمہیں بھی اور تمام مومنوں کو سید المرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و علی آل کل علی الملائکہ القربین کی متابعت پر تیار قدم رکھے۔

سیدہ (عاشقہ صوفیہ) رحمہ اللہ مقصود کے خزانے کا یہ دیدیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچے کے قوش اند قرین جانتے

سیدہ (عاشقہ صوفیہ) رحمہ اللہ اور دوزخ دوزی۔ ۱۲